ایک شخص مردہ تھا اس کو ہم نے زندگی بخشی اور ایسا نور عطا کیا جس کو لئے لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔
کیا یہ اس جیسا ہو سکتا ہے جو تاریکیوں میں پڑا ہے اور نکل نہیں سکتا؟ (قران)

مسائلِ مسلم اور امن

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لا الہ الا اللہ

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ادارہ تعمیر اخلاق، آلومہار، ضلع سیالکوٹ

مسائلِ مسلم اور امن

ڈاکٹر فضل الرحمان یوسف فضلی

ادارہ تعمیر اخلاق، آلو مہار، ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

انتساب

ہر اُس مسلمان کے نام
جو اسلام کی روح کو سمجھ کر اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو
پانے کا درد دل میں رکھتا ہے۔

Marfat.com

تشکرات

یہ ناچیز نہایت انکساری سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جس نے اپنی خاص رحمت سے اس تحریر کی استطاعت عطا فرمائی۔ اس کے حبیب پاک ﷺ کی اُسوہ حسنہ اور کلماتِ طیبات نے ہر قدم پر جو ضیا بخشی اس کے بغیر یہ کاوش ممکن ہی نہ تھی۔ یہ قلم نہ یہ زبان وہ الفاظ تلاشتے ہیں جن سے ان کی مدح سرائی ہو سکے۔

اسے قرطاس پر لانے میں جنہوں نے مدد کی ان میں خاص طور پر اپنی رفیقہءِ حیات ڈاکٹر زرینہ شیریں ہیں جنہوں نے نہ صرف پُرسکون ماحول فراہم کیا بلکہ خیالات کو اس ڈگر پر لانے میں مدد کی جو آپ کے سامنے ہیں۔ عزیزانِ ذی قدر میجر انجینئر ذیشان، مسز رافعہ ہارون کاش اور انجینئر رابعہ کے بے لاگ تبصرے اور انجینئر خالد محمد ابراہیم شدید سے تبادلہ خیال کے نتیجہ میں کئی ایک تصورات کو جامعیت ملی اور بہت سی احادیث مبارکہ کا اضافہ بھی ممکن ہو سکا۔ عزیز القدر ذی جاہ نے اس کتابچے کے سرِ ورق کی خاکہ بندی کی۔

محترم المقام جناب پروفیسر ناصر حمید حمیدی، عزیز القدر ہادی عبدالمنان، جناب اسلام نشتر، جناب محمد اسلم نے مسودے پر نظرِ ثانی سے غلطیوں کی تصحیح فرمائی جبکہ جناب غلام رسالت نے اس کی ٹائپ اور 'دی پروفیشنلز' نے پرنٹنگ میں مدد کی۔

ناچیز ان سب کا تہہ دل سے ممنون ہے۔

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

Marfat.com

مسائل مسلم اور امن

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی کی گراں قدر تصنیف ''مسائل مسلم اور امن'' نے مجھے چونکا دیا ہے۔ وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے کوئی جادو جگا دیا ہے۔ میں اس لئے چونکا ہوں کہ سو سوا سو صفحات کی اس کتاب میں 176 حوالے ہیں۔ بیشتر کا تعلق قرآن وحدیث سے ہے۔ بالعموم، علما کا معمول یہ رہا ہے کہ جو بات بھی ان کے ذہن میں آتی ہے اسے خوبصورت لفاظی کے ذریعے زبان پر لے آتے ہیں۔ جذبات کو اشتعال دلانا اور زیادہ سے زیادہ نعرہ بازی کرانا: اُن کا مقصد اولین ہوتا ہے۔ نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو۔ مار دھاڑ بازار گرم ہو، اپنے مریں یا بیگانے اور خون بہے اور خوب بہے۔ یوں قاری کو یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام امن وآشتی کا نہیں بلکہ فتنہ وفساد کا مظہر ہے۔ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ اس کی دلیل یہ دی جاتی ہے ''قرآن میں آیا ہے''، ''حدیث میں آیا ہے''۔ آپ اگر تحقیق کریں تو ثابت ہوگا یہ کہیں بھی نہیں آیا۔

اگر چہ جہاد بالسیف ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے، ایک نمائندہ ادارہ حسب ضرورت یہ کام کرتا ہے۔ بلا تخصیص جو کہا جاتا ہے کہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے، اس بیان سے اہلِ مغرب کو سہولت ہو جاتی ہے کہ وہ اسلام کو امنِ عالم کے لیے خطرہ قرار دے لیں، مسلمانوں کو تہذیب وتمدن کا دشمن ٹھہرا لیں۔ ڈاکٹر صاحب نے اس تاثر کو رد کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اُنہوں نے کوئی لفظ دلیل وحوالہ کے بغیر نہیں لکھا۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف

فہرست مضامین

دیباچہ vii

اسلام: ایک جامع تصورِ حیات 1

باب اول: مسلمان اور امن عالم 4

1۔ مسئلہ امن اور مسلمانوں کا عروج 4

2۔ مسلمانوں کا زوال ایک جائزہ 7

3۔ ارکان دین کی روح سے بے اعتنائی 9

4۔ قرآن سے بے رخی 14

باب دوم: مسلمانوں میں علمی بحران 16

1۔ دور نبوی اور فروغ علم 16

2۔ مسلمانوں میں علمی بحران کے اسباب 17

3۔ تعلیم کی موجودہ ناگفتہ بہ صورت حال 19

4۔ دعوت غور و فکر و تحقیق و تخلیق 22

5۔ عصر حاضر کے مسائل اور ذہنی انقلاب 25

باب سوم: معاشی مسائل اور ان کا حل 27

1۔ غربت سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ 27

2۔ اسلام میں فراخ دستی 30

3۔ کسب اموال کے لیے اصول 31

4- صرف اموال کے لیے اصول 32

5۔ اسلام کا عادلانہ معاشی نظام اور فلاحی مملکت کا قیام 34

6- نظامِ محاصل کے لیے حکمتِ عملی 40

7۔ اسلامی فلاحی ریاست کا قیام اور منصوبہ بندی 42

Marfat.com

باب چہارم: اسلام میں حقوق نسواں	45
1۔عورتوں اور مردوں میں برابری	46
2۔مرد اور عورت کے فرائض	49
3۔عورت کیلئے خصوصی فضیلت اور تحفظ	49
4۔عورت اور مرد کے خصوصی حقوق	53
باب پنجم: اخلاقیات سے متعلق چند مسائل	55
1۔عدل واحسان اور معاشرتی احکام	56
2۔اسلامی اخلاقی قدریں	59
3۔تعمیر اخلاق کیلئے اقدام	65
4۔تعمیر اخلاق کیلئے منصوبہ بندی	57
5۔عصرِ حاضر کے تقاضے	69
6۔تسخیر کائنات سے استفادہ	70
باب ششم: مذہبی اختلافات کی بنا پر مسائل	72
1۔دین میں مفاہمت اور اختلافی پہلو	72
2۔تفرقہ سے بچنے کے احکام	76
3۔جہاد کے غلط تصور کی بنا پر انتشار اور دہشت گردی	78
4- تفرقہ کے ممکنہ حل	80
5- اتحاد سے متعلق ارشاداتِ باری تعالیٰ	91
6- متفرق سفارشات	94
باب ہفتم: صورت حال کا خلاصہ	98
1۔اسلام کی روح	98
2۔موجودہ صورت اور وجوہات	99
3۔مثبت تبدیلی کیلئے روشنی	103
حوالہ جات	112

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

دیباچہ

جس دن عالمی سطح پر 'یومِ امن' منانے کا اعلان تھا، میں صبح صبح بازار کی طرف چل پڑا۔ کتابوں کی دکان پر لٹکے ہوئے اخبارات کی سرخیاں دیکھیں لیکن کسی میں یومِ امن کے حوالے سے کچھ نظر نہ آیا۔ میرا مقصد امن کے حوالے سے کوئی اچھی تحریر ڈھونڈنا تھا۔ بد قسمتی سے وہ تو فوری طور پر نہ مل سکی لیکن ایک ایسا اخبار مل گیا جس کے اندرونی صفحے پر یومِ امن کا ذکر تھا: اس کے باہر ایک خوفناک سرخی تھی کہ بلوچستان سے ایران جاتے ہوئے ایک مسافر قافلے کو گن پوائنٹ پر بس سے اتارا گیا جن میں معصوم اور بے گناہ بچے، عورتیں، بوڑھے اور جوان سب ہی شامل تھے۔ انہیں ایک لائن میں کھڑا کیا گیا اور گولیوں سے بھون دیا گیا۔ اس کے بعد کسی ایک تنظیم نے اس کی ذمہ داری بھی قبول کی لیکن نتیجہ ـــــــ؟ پاکستان میں ایسے خوفناک اور انتہائی پُرسوز وحشیانہ واقعات مذہبی تفرقہ کی بناء پر ہوتے رہنا ایک معمول بن چکا ہے۔

یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ موجودہ دور میں مسلم ممالک میں ایسے بے شمار واقعات ہو رہے ہیں لیکن ایک بے حسی کا عالم ہے۔ مسلمانوں کی بے حسی اور خود غرضی کی اس سے بدتر مثال اور کیا ہوگی کہ حج کے موقع پر جمرات یعنی شیطان کو کنکریاں مارتے وقت جب کبھی نظم وضبط توڑنے سے بھگ دڑ مچ جائے تو حاجی، انتہائی خود غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اپنے ہی حاجی ساتھیوں کو پیروں تلے مسلتے ہوئے صرف اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ کنکریوں سے پتھروں کے شیطانوں کو مارنے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے جس سے اندر کا شیطان اور طاقتور ہو رہا ہوتا ہے۔

Marfat.com

اس حوالے سے ایک واقعہ یاد آتا ہے جب ہاتھ پاؤں سے معذور بچوں کے لئے مقابلے کی ایک دوڑ کا اہتمام ہوتا ہے اور جیتنے والے بچے کے لئے ایک کروڑ روپے کا انعام رکھا جاتا ہے۔ اس میں حصہ لینے کے لیے معزور بچے سال بھر تیاری کرتے ہیں۔ آخر مقابلے کا دن آجاتا ہے۔ بچے دوڑ کے میدان میں پہنچتے ہیں اور دوڑ کی لائن پر قطار میں لگ جاتے ہیں۔ دوڑ کے لئے سیٹی بجتی ہے اور سب اپنی اپنی بساط کے مطابق ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اتفاق سے ایک بچی دوڑنے کی کوشش میں شروع میں ہی گر پڑتی ہے۔ اٹھنے کی کوشش کرتی ہے پھر گر پڑتی ہے۔ اب جب اس سے اٹھا نہیں جا رہا اور جس نے سال بھر اس دوڑ میں حصہ لینے اور اتنے بڑے انعام کے لئے بہت محنت کی ہوتی ہے تو اس کے منہ سے بے ساختہ چیخیں نکلنے لگتی ہیں۔ ایک بچہ جو اس دوڑ میں سب سے آگے ہوتا ہے اس چیخ کو سن کر پیچھے مڑ کر اس روتی ہوئی اور گری ہوئی بچی کو دور سے دیکھتا ہے تو رک جاتا ہے۔ پھر پیچھے مڑنا شروع کر دیتا ہے۔ تماشائی حیران ہو کر یہ دیکھ رہے ہیں اس سے پچھلا بچہ جب یہ دیکھتا ہے تو وہ بھی اپنے سے اگلے بچے کے ساتھ پیچھے مڑنا شروع ہو جاتا ہے۔ اس طرح باری باری سارے بچے پیچھے مڑ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ سب اس روتی ہوئی بچی کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اب سب مل کر اسے اٹھا لیتے ہیں اور پھر اکٹھے ہو کر اپنی منزل کی طرف واپس دوڑنے لگتے ہیں اور پھر اس بچی کو کامیابی کی لائن کے پار پہنچا دیتے ہیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور انعام دینے والا وہ انعام سب بچوں میں برابر تقسیم کر دیتا ہے۔

کاش! موجودہ دور میں مسلمانوں میں ایسی ہے ہمدردی اور باہم محبت کا جذبہ بیدار ہو جائے جس کی خاطر رحمت اللعلمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ساری دنیا کے لئے پیار، سلامتی اور امن کا پیغام بن کر تشریف لائے۔ انسانی تاریخ گواہ ہے کہ ساتویں صدی عیسوی کی ابتدا میں اسلام جب تکمیلی شکل کے ساتھ آپ ﷺ پر نازل ہوا تو اپنی ہمہ گیر خوبیوں کی وجہ سے قلیل عرصہ میں عرب، مشرقِ وسطیٰ اور افریقہ کے بہت سارے خطے میں پھیل گیا۔ اس کے بعد اگلے سات سو سالوں میں تقریباً آدھی دنیا کے لوگوں کو ترقی و خوشحالی اور اخلاق فاضلہ سے متعارف کرایا جب کہ اس وقت یورپ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

Marfat.com

اس کی وجہ ایمان کی قوت، لوگوں میں اتحاد اور باہم اخوت کا جذبہ، علم و ہنر کی ترویج اور نظم وضبط جیسے اسلامی اخلاقِ فاضلہ تھے۔ اگرچہ لوگ سادہ زندگی بسر کرتے لیکن ریاست کے پاس دولت کی فراوانی کی وجہ سے خوشحالی تھی۔ سچائی، محنت، دیانت، ایفائے عہد اور عدل واحسان کے اصولوں پر معاشرتی اور معاشی زندگی قائم تھی اور لوگوں میں باہم اخوت، ہمدردی اور رواداری معاشرے کے ضروری عناصر تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل عورت کو بہت حقیر سمجھا جاتا تھا اور لڑکی کی پیدائش پر اکثر اسے زندہ گاڑ دیا جاتا۔ اسلام نے اسے ضروری حقوق دے کر عزت وتوقیر بخشی۔

پس جب تک مسلمان ان خصوصیات کے حامل رہے دنیا میں اونچا مقام پایا لیکن جب ان سے روگردانی شروع کی تو زوال کا شکار ہوتے گئے۔ آج ایسی بہت سی خصوصیات کے فقدان کی وجہ سے مجموعی طور پر وہ جہالت، غربت، ناانصافی، بداخلاقی، بدنظمی اور بدامنی سے دوچار ہیں۔

اس صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ تحریر ان عوامل کا جائزہ لینے کی ایک کاوش ہے جنکی وجہ سے مسلمان ان ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہیں اور اس امید کے ساتھ کہ کیسے دوبارہ اسلامی روح کو پا کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

یہ تحریر خاص طور پر دین کے حوالے سے لکھی گئی ہے لہٰذا اس میں سیاسی مسائل زیرِ بحث نہیں لائے گئے۔ اس تاثر کی نفی بھی ضروری ہے کہ خدانخواستہ اس سے مسلمانوں کی توجہ اُس سیاسی پس منظر سے ہٹانا ہے جس میں آج وہ پھنسے ہوئے ہیں بلکہ اس کا مقصد اس سے نکلنے کے لئے وہ اخلاقی اور فکری پہلو سامنے لانے کی کوشش ہے جس کی وجہ سے سیاسی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

ممکن ہے کئی ایک احباب ان خیالات سے پوری طرح متفق نہ ہوں لیکن یہ ناچیز امید رکھتا ہے کہ مقصدِ تحریر کے پیشِ نظر اسے درگزر فرما کر اپنی گراں قدر رائے سے مستفیض فرمائیں گے۔

اس تحریر کے لئے قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے روشنی حاصل کرتے ہوئے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ چونکہ دونوں کا ماخذ عربی زبان ہے اس لئے مختلف علمائے کرام کے اُردو تراجم سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مفہوم بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لہٰذا اکثر جگہ پر تراجم لفظ بہ لفظ نہیں۔ اصل متن دیکھنے کے لئے حوالہ جات دیئے گئے ہیں۔

علامہ اقبالؒ نے اسلام کے تصوّر کی بڑے خوبصورت انداز میں ترجمانی کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی عظمت کا احساس دلایا ہے اور ان کی موجودہ زبوں حالی کے پیشِ نظر مثبت تبدیلی کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ لہٰذا اس تحریر میں نفسِ مضمون کی مناسبت سے علامہؒ کے چند ایک اشعار بھی دیئے گئے ہیں۔

یہ ناچیز اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ وہ اس عاجزانہ کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

ffazlis@hotmail.com

Marfat.com

تعارفی کلمات

اسلام: ایک جامع تصورِ حیات

اسلام کے بارے میں عام طور پر تصور پایا جاتا ہے کہ یہ بہت ڈرانے والا اور سخت گیر دین ہے جو ایک غلط فہمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دین میں آسانی کرو، سختی نہ کرو۔ لوگوں کو خوش خبری سناؤ اور ڈرا ڈرا کر متنفر نہ کرو (1)۔ اسلام پیار، محبت، سلامتی اور امن کا دین ہے۔ اس لئے اس کا نام اسلام ہے۔ اس کو اپنا کر اللہ کے آگے سر تسلیم خم کرنے سے اس دنیا اور آخرت دونوں میں سلامتی اور امن ملتے ہیں۔ ہر مسلمان السلام علیکم (ورحمۃ اللہ) کہہ کر دوسروں کا خیر مقدم کرتا ہے جو ان کے لئے سلامتی کے جذبات کا اظہار اور رحمت کی دعا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تصور، بنیادی طور پر رحمت اور محبت کا تصور ہے۔ اس کی رحمت بے پایاں ہے جو بلاتفریق ملک، رنگ، نسل سب کے لئے ہے۔ اسی لئے دنیا میں سب لوگ قائم و دائم زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ بیشک جو جہالت سے برا عمل کرے پھر توبہ اور اصلاح کر لے تو یقیناً وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے" (2)۔ "اس کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ وہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ پس اس کی طرف لوٹ آؤ اور اس کے فرماں بردار ہو جاؤ" (3)۔ بہر حال جو شخص معاشرے میں فتنہ و فساد پھیلائے اسے سختی سے روکنے کا حکم بھی دیتا ہے جس کا اصل مقصد امن کا قیام ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس لئے انسان کو معروفاتِ فطرت اپنانے اور منکرات سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ معروفاتِ فطرت میں ہر وہ کام شامل ہے جسے فطرت پسند کرتی ہے؛ مثلاً عدل و انصاف، خوش خلقی، پاک دامنی، سچائی، دیانت، ایفائے عہد، مساوات، اتحاد، ایک دوسرے کی جان و

Marfat.com

مال اور عزت و آبرو کی حفاظت اور جو کچھ بندے کو عطا ہوا ہے اسے اللہ کی راہ میں دوسروں میں بھی تقسیم کرنا۔ نیز اس قسم کے دوسرے نیک کام، جو انسان کی بہتری کے لئے ہوں، سب شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے انسان کے لیے پیدا کیا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے لئے مسخر کر دیا(4) اور حصولِ علم (5) غور و فکر (6) اور عقل و تدبر (7) کی دعوت دی۔ چنانچہ اسلام کا مقصد ایک ایسا سماجی، سیاسی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور روحانی نظام قائم کرنا ہے جس سے ہر انسان آگہی سے اطمینانِ قلب حاصل کرے اور ایک ہم آہنگ اور پُر امن معاشرہ تشکیل پائے۔ یہ اپنے پائندہ اصولوں کے ساتھ ایک متحرک، قوت آفرین اور ہمہ گیر دین کے تصور کا حامل ہوتے ہوئے قیامت تک ہر دور اور ہر علاقے کے لئے رہنمائی، وحدت اور امن کا پیغام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''انسان کو احسنِ تقویم یعنی بہترین ترکیب اور صورت کے ساتھ تخلیق فرمایا'' (8)۔ اس میں اپنی روح میں سے پھونک دی اور بصیرت عطا فرمائی'' (9)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنے ایک خاص مگر پوشیدہ تعلق سے نوازا اور زمین میں خلیفہ یعنی اپنا نائب بنایا (10)۔ اس کے نفس میں فجور اور تقوٰی الہام کر دیئے (11) اور نیکی اور بدی پہچاننے کی استطاعت عطا فرمائی اور صاحبِ اختیار بنایا تا کہ آزمائے کہ کون اپنا تزکیہ کرتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے (12)۔ عطا کردہ اختیار کا استعمال کیسے کرنا ہے' اچھے کام کیا ہیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کیسے ممکن ہے، اس طرف رہنمائی کا راستہ اسلام اور اس کی بنیاد ایمان ہے۔

اہلِ ایمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''وہ کھڑے' بیٹھے اور لیٹے گویا ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے پروردگار! تو نے اس کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا'' (13)۔ لہٰذا جب مطمحِ نظر اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تخلیق میں غور و فکر سے انسانی بہبود کے کام ہوتے ہیں جو اس کی بقا کا ذریعہ بھی ہیں تو مثالی انسان اور مثالی ریاست جنم لیتے ہیں اور انسان کے اندر روحانی خلا' جس کی وجہ سے وہ ہر وقت ایک تذبذب کی کیفیت میں مبتلا

رہتا ہے، اسے پورا کرنے میں مدد ملتی ہے۔ جن قوموں نے تسخیرِ کائنات سے فائدہ اٹھایا اور ایمان کی نہج پر نیک اعمال کیے وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حق محفوظ رکھتی ہیں۔

پس اسلام کے نظریے کی بنیاد آگہی سے ایمان کی پختگی اور اعمالِ صالح کے ساتھ نیابتِ الٰہی کی ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ برآ ہونا ہے جو ذریعہ حصولِ امن ہے، ایسا امن جو انسان کی ذات کے لیے اطمینانِ قلب اور پورے معاشرے میں سلامتی کا ضامن ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ تمام مخلوق سے بہتر ہیں (۱۴)۔ دین کے بنیادی ارکان اور دوسرے احکامِ الٰہی بشمول معروفاتِ فطرت، ایمان اور اعمالِ صالح کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی تربیت کا ذریعہ ہیں۔

اسلام کی خوبصورت عملی تصویر جو قرونِ اولیٰ کے وقت دنیا کے سامنے تھی اس میں وقت کے ساتھ ساتھ بگاڑ آتا گیا۔ آج مجموعی طور پر مسلمانوں میں کئی اخلاقی، معاشی اور معاشرتی بیماریاں پائی جاتی ہیں جن کی بنیادی وجوہات جہالت اور اسلام کی حقیقت یعنی اس کی روح سے لاعلمی ہے۔

بہر حال اسلام کا وہ ہمہ گیر نظریہ، جس نے مسلمانوں کے اسلاف کو دنیا میں حُسنِ خلق، سچائی اور حریت کا نمونہ بنا کر پیش کیا، اگر آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لے تو وہ دنیا کو دوبارہ جنت کا نمونہ بنا سکتے ہیں۔

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہہ دے

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل! کہ مغلوبِ گماں تو ہے

Marfat.com

باب اول

مسلمان اور امن عالم

ا۔ مسئلہ امن اور مسلمانوں کا عروج

انسان سماوی اور ارضی اثرات کی وجہ سے لطافت اور کثافت کا امتزاج ہے۔ لہٰذا اس میں نیکی پائی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی فطرت کا پرتو ہے اور بدی بھی ہے جو خاکی عناصر کے اثر کا نتیجہ ہے۔ بہر حال نیکی ہمیشہ بدی پر غالب رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں لوگ مجموعی طور پر انس اور اخوت کے جذبات کے تحت ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے برعکس جب کبھی بدی عود کر آتی ہے تو اس کا نتیجہ فتنہ، فساد اور انتشار کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ کسی ایک طرف سے نمودار ہوتی ہے تو دوسری طرف سے انسان، اپنے سماوی فضائل کے تحت، اس کا سختی سے تدارک کرتا ہے۔

خاکی اثرات کے تحت انسان کبھی کبھی جنگ و جدل کا نقشہ بھی پیش کرتا ہے۔ پچھلی صدی کی عالمی جنگیں ایسی ہی صورتِ حال کا نتیجہ تھیں جن میں کروڑوں لوگ ہلاک، زخمی اور بے گھر ہوئے اور بے شمار اپاہج ہو گئے۔ دوسری جنگ عظیم میں اسلام اور نہ ہی مسلمان کا نام کسی شمار میں تھا لیکن اکیسویں صدی کی ابتدا سے دہشت گردی اور انتشار کے واقعات میں اکثر مسلمانوں کا نام آتا ہے۔

مسلمانوں کی نسبت آج مسئلہ امن کے بہت سے پہلو ہیں جن میں ضمیر کی پاکیزگی، جہالت اور اُن کا اتحاد ہے جس کی وجہ دین کے صحیح مفہوم سے لاعلمی ہے۔ لہٰذا اس کی مختلف توجیہات کی بنا پر فرقہ وارانہ اور گروہی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ دینی پہلوؤں کے حوالے سے مسئلہ امن خاص

Marfat.com

طور پر اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسلام، جس کا مسلمان پیروکار ہے، امن اور سلامتی کا دعویدار ہے۔ ایمان محکم، سچائی، دیانت وامانت، عدل واحسان، پاک دامنی وحیا، ایفائے عہد، محنت وخلوص، اخوت ورواداری، اتحاد وتنظیم، اخلاقِ فاضلہ اور دوسرے معروفاتِ فطرت اس کا بنیادی سرمایہ ہیں۔ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ اگر ایک شخص اسلام کے بنیادی ارکان اور دوسرے احکامات کی حکمت اور روح کو سمجھ کر عمل کرتا ہے تو وہ مجسم سلامتی اور امن بن جاتا ہے اور جہاں اپنی ذات کے لئے اطمینانِ قلب کے حصول کی کوشش کرتا ہے کہ روحانی تسکین حاصل ہو وہاں دوسروں کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لئے پسندیدہ ہو۔ اس طرح ایک دوسرے کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کا ضامن بن کر معاشرے میں یکجہتی، ہم آہنگی اور امن کا موجب بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے مکان کے مانند ہے کہ مکان کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط رکھتا ہے۔ اور یہ کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ اکثر لوگ ان کی قدر نہیں کرتے: ایک صحت اور دوسرا امن (۱) گویا کسی قوم کی بقا اور ترقی کے لئے صحت مند معاشرہ، اتحاد اور امن بنیادی شرائط ہیں۔

خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے انہی اصولوں اور اسلامی قدروں پر مسلمانوں کی شخصیت کی تعمیر اور معاشرے کی تشکیل فرمائی۔ لہٰذا آپ ﷺ نے مکہ میں تیرہ سال کے طویل عرصے میں مسلمانوں کی نفس کے خلاف جہاد کرنے کی تربیت فرمائی۔ چنانچہ ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر سب سے پہلے فروغِ علم کے لئے مسجدِ نبوی کی بنیاد رکھی اور بلا تفریق مذہب، قبیلہ، رنگ ونسل سب کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک معاہدہ 'میثاقِ مدینہ' کے نام سے کیا جس سے تمام جھگڑوں اور تنگ نظری کی بیخ کنی کے ساتھ اتحاد اور امن کی فضا پیدا فرمائی۔ اس طرح سب لوگوں کو متحد کر کے ایک ایسی عالمی تہذیب اور ریاست کی بنیاد رکھی جس میں اگلے سات سو سال میں علمی، اخلاقی، روحانی، معاشرتی و معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اتحاد، تنظیم، رواداری اور تحقیق وتخلیق کو فروغ ملا۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکمت اور دانائی مسلمانوں کا کھویا ہوا سرمایہ ہے۔ یہ جہاں بھی ملے لے لو اور علم حاصل کرنے کے لئے اگر چین بھی جانا پڑے تو جاؤ (15)۔ اسی بناء پر شروع میں

مسلمانوں نے روم اور ایران سے، جو اس وقت ترقی یافتہ سلطنتیں تھیں، اور جہاں سے بھی اچھی چیز ملی لے لی؛ مثلاً رسول اللہ ﷺ نے بذاتِ خود ایرانیوں کا طریقۂ جنگ اختیار کر کے مدینہ کے گرد خندق کھود کر کفار کے جمِ غفیر کے حملے سے بچاؤ کیا جسے غزوۂ خندق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے (16)۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ حکومت میں مختلف سلطنتوں اور حکمرانوں کے قواعد و انتظامات سے واقفیت حاصل کر کے اپنے فائدے کی چیزیں لے لیں۔ یہ انتظام اموی اور عباسی ادوار میں بھی جاری رہا جن میں دنیا سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے ان کے عربی زبان میں تراجم کیے گئے۔ ان ادوار میں یہودی ماہرین کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا بلکہ جب عیسائیوں نے یہودیوں کا جینا حرام کر رکھا تھا تو مسلمان سلطنتیں، انسانی رواداری کے جذبے کے تحت، ان کے لئے جائے پناہ تھیں (17)۔ حضرت عمرؓ نے اجتہاد کے ذریعہ بہت سے مسائل حل فرمائے۔ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ اجتہاد میں وہ دوسروں سے بہت آگے ہیں (5)۔

تاریخِ عالم گواہ ہے کہ اسلام ایسی ہی عالمگیر خوبیوں کی وجہ سے اپنی پہلی صدی ہجری میں قریباً آدھی دنیا میں پھیل گیا اور اگلے چھ سو سال میں علم و ہنر کے ڈنکے بجا دیئے جبکہ یورپ اس وقت تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا؛ مثلاً قرطبہ میں، جو ایک زمانے میں مسلم سپین کا دارالخلافہ تھا، ایک لائبریری میں قریباً چار لاکھ کتابیں تھیں جبکہ اس وقت عیسائی یورپ کی سب سے بڑی لائبریری میں، جو سوئٹزرلینڈ کی سینٹ گال خانقاہ میں تھی، صرف چند سو کتابیں تھیں (18)۔ بعد میں یورپ نے اپنے علوم و فنون کے احیا کے دوران مسلمانوں کی اخلاقی اور سائنسی ترقی سے روشنی حاصل کر کے اپنی ترقی کو فروغ دیا۔

بے خبر تو جوہرِ آئینۂ ایام ہے
تو زمانے میں خدا کا آخری پیغام ہے
اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل! کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثالِ بحرِ بے پایاں بھی ہے

Marfat.com

2۔ مسلمانوں کا زوال: ایک جائزہ

بامِ عروج پر پہنچنے کے بعد مسلمانوں میں اسلام کی روح، جو ہمہ گیر قوت اور جامعیت کی حامل ہے، آہستہ آہستہ ماند پڑ گئی۔ لوگوں میں اسلام ایک ضابطہ حیات یا دین کی بجائے دوسرے مذاہب کی طرح ایک مذہب کی شکل میں تبدیل ہونا شروع ہو گیا۔ اس طرح مقصد کی بجائے روائت نے جگہ لے لی۔ جو لوگ مذہب سے دلچسپی رکھتے تھے وہ دین کی روح کو چھوڑ کر صرف اس کے ظاہری خد و خال کے پیرو کار ہو گئے۔ اصل مسائل کی بجائے غیر ضروری مسائل پر زور اور دین میں فروعات کی بنا پر گروہی اختلافات اور انتشار سے بحیثیت واحد امہ کمزور ہوتے گئے۔

حصول علم، غور و فکر، محنت اور حیا اسلام کا اثاثہ ہیں (19)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علم کی کمی، جہل و قتل کی فراوانی ہے (1)۔ ریاستی سطح پر جب ان صفات سے بے اعتنائی برتی گئی تو عوام جاہل اور غریب ہوتے گئے۔

اجتہاد اسلام کی آفاقی اور ہمہ گیر روح کو قائم رکھنے میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اسے پسِ پشت رکھنے سے مسلمان بدلتے حالات کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے خاص طور پر سائنس اور ٹیکنالوجی میں دوسری قوموں سے پیچھے رہ کر ان کی عسکری حکمتِ عملی اور قوت کا سامنا نہ کر سکے۔ اسکے علاوہ اتحاد میں فقدان کی وجہ سے بحیثیت واحد امہ کمزور ہو گئے۔ نتیجتًا ان کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ کالونیوں کی شکل میں دوسری قوموں کے غلام بن گئے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

Marfat.com

پچھلی چند صدیوں سے علم و ہنر اور سائنس و ٹیکنالوجی کے فقدان کی وجہ سے باوجود مسلمانوں کے پاس بے شمار قدرتی وسائل ہونے کے، خود فائدہ اُٹھانے سے قاصر ہیں جو غربت کی ایک بڑی وجہ ہے۔

آج ایک عام مسلمان محنت سے جی چراتا ہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی بھی دیانت داری سے نہیں کرتا۔ بیشتر مسلمانوں کی ذاتی زندگی میں اور قومی سطح پر ریاستوں میں عدل و انصاف کا فقدان ہے۔ لہٰذا جہالت اور غربت اور اس کے ساتھ ناانصافی عام ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں مایوسی، احساس محرومی اور ذہنی انتشار پایا جاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں کچھ نوجوانوں کے ناپختہ ذہن جہاد کی غلط توجیہات کی بنا پر تشدد اور خودکش حملوں کو اپنی نجات کا راستہ سمجھ بیٹھتے ہیں جو حقیقت میں قرآن و سنت کے منافی ہے۔

مرا رونا نہیں، رونا ہے یہ سارے گلستان کا
وہ گُل ہوں میں، خزاں ہر گُل کی ہے خزاں میری

آج طاقتور قوموں کے ہاتھوں مسلمانوں کا استحصال اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ وہ خود کمزور ہو چکے ہیں۔ دراصل یہ قانونِ فطرت ہے کہ ہر طاقتور کمزور کے بل بوتے پر زندہ رہتا ہے۔ بہر حال اسلام میں طاقت کا استعمال دوسروں کو زیر کرنے کے لئے نہیں بلکہ فتنہ، ظلم اور استحصال کے تدارک اور آزادی کے لئے درکار ہے۔ پس جب تک مسلمان متحد اور مضبوط تھے، علم و حکمت اور تحقیق و ایجادات ان کا اثاثہ تھا، انہوں نے خوب ترقی کی لیکن جب ان سے منہ موڑا تو جہالت اور غربت کا شکار ہو گئے۔ بدقسمتی سے آج بھی وہی صورتحال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو جو کچھ زمین میں ہے انسان کے لئے پیدا کیا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے لئے مسخر کر دیا اور ساتھ غور و فکر اور عقل و تدبر کی دعوت دی لیکن مسلمان اس سے نابلد ہیں۔

Marfat.com

آتی ہے دمِ صبح صدا عرشِ بریں سے
کھویا کس طرح ترا جوہرِ ادراک!
کس طرح ہوا کند ترا نشترِ تحقیق؟
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک؟

تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزا وار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلامِ خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں؟
کیوں تیری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک؟

3۔ ارکان دین کی روح سے بے اعتنائی

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر عمل کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ مقصد بلا سمجھے یا حاصل کئے اگر کوئی عمل بار بار دہرایا جائے تو وہ ایک عادت یا روائت بن جاتا ہے۔ کچھ یہی حال موجودہ دور میں دین کے بنیادی ارکان کی ادائیگی کا ہے۔ دراصل اسلام کے بنیادی ارکان دین کے وہ ستون ہیں جن پر ایمان اور اعمالِ صالح کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ اس طرح اسلام کے دوسرے احکامات کا مقصد بھی تعمیرِ شخصیت اور صحیح خطوط پر تشکیلِ معاشرہ ہے۔ اگرچہ کچھ لوگ اس کا پوری طرح سے احساس رکھتے ہیں لیکن ایک عام مسلمان اسلام کی روح سے لاعلمی یا بے اعتنائی کی وجہ سے جس طرح ارکانِ دین ادا کرتا ہے اس سے دین کا اصل مقصد پورا نہیں ہو پاتا جیسا کہ درج ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

Marfat.com

توحید و رسالت: اسلام کا پہلا رکن اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے الٰہ یعنی معبود اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول ماننا ہے۔ گویا زبان سے اقرار، دل سے یقین اور عمل سے اظہار اس رکن کا مقصد ہے۔ یہ کلمہ طیبہ ہے

لا اِلٰهَ اِلّا اللّٰهُ مُحمدٌ الرَّسُولُ اللّٰه

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

اس کلمے کی روح، اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے دل و دماغ میں پوری طرح سمو لینا اور اس کی اور اس کے رسول ﷺ کی دل و جان سے محبت اور محبت سے اطاعت ہے۔ اس اطاعت کا ایک بڑا مقصد معروفاتِ فطرت کا اپنانا اور منکراتِ فطرت سے اجتناب ہے جو بدقسمتی سے بہت کم لوگوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ لہٰذا قوتِ ایمان ہے نہ کردار میں روشنی۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلہِ علمِ کلام

روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام

قیامِ نماز: نماز، جو دین کا دوسرا اہم رکن ہے، قائم کرنے کا مطلب بڑا وسیع ہے۔ اس میں روزانہ کم از کم پانچ بار، بندہ اپنے پروردگار کے سامنے نہایت انکساری سے حاضر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق اس حاضری کی بہترین کیفیت تو یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو دیکھ رہا ہے اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو محسوس کرتا ہے کہ اس کا پروردگار تو اسے بہر حال دیکھ رہا ہے۔

پس اس حالت میں عاجزی سے اس کی تعریف کے بیان اور رحمت کی امید کے ساتھ بندہ اس سے ہم کلام ہوتا ہے اور اپنی بے مائیگی کے اقرار کے ساتھ اس سے اس راہ کے لیے مدد کا طلب گار ہوتا ہے جو نبی صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے اور جس کی منزل اس اللہ تعالیٰ کی اپنی ذاتِ بابرکات ہے۔ اس کی عظمت اور بزرگی کا اقرار کرتے ہوئے اس کے آگے جھکتا ہے، سجدہ ریز ہو کر اپنے تکبر کی نفی کے ساتھ اس کی بڑائی بیان کرتا ہے۔ تشہد میں اپنی تمام ظاہری اور باطنی عبادات اور قربانیاں گویا اپنی جان اسی کے سپرد کر دیتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد اپنی، اپنے والدین اور تمام مومنوں کی مغفرت کی دعا کرتا ہے۔ نماز کے اختتام پر اپنے دائیں اور بائیں السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ (تم پر سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو) کہہ کر سارے انسانوں کے لیے سلامتی کا پیغام نشر کرتا ہے۔

اس طرح نماز ایک طرف اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرتے ہوئے اطاعت و بندگی کے ساتھ دعا ومناجات ہے اور دوسری طرف نہ صرف انفرادی طور پر جسم، ذہن اور روح کے درمیان ایک ربط قائم کرتی ہے بلکہ اجتماعی طور پر جب دوسروں کے کندھے سے کندھا ملا کر ایک امام کی قیادت میں پڑھی جاتی ہے تو سب کے لیے مساوات، اتحاد اور تنظیم کی اطاعت کی تربیت ہے۔ لہٰذا یہ صرف اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ پورے معاشرے کی بہتری کی خواہش کا اظہار ہے کیونکہ اس میں جب بندہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتا ہے تو ''میں'' اور ''مجھے'' کہہ کر نہیں بلکہ جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے کہ ''ہم'' تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ ''ہمیں'' سیدھے راستے پر چلا۔ اکٹھے مل کر مسجد میں نماز پڑھنے کا ایک بڑا مقصد باہمی اخوت اور بھائی چارے کا رشتہ قائم کرنا اور ان جذبات کا اظہار بھی ہے۔ ان باتوں کا احساس اس وقت پیدا ہوتا ہے جب نماز کے ایک ایک لفظ کو سمجھ کر اور اس کا مقصد پاتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے ادا کیا جائے۔

اس کے برعکس موجودہ دور میں عام طور پر نماز صرف ایک عادت یا رسم کے طور پر پڑھی جاتی ہے اور مقصد صرف ثواب کا حصول ہوتا ہے۔ لہٰذا الفاظ منہ سے نکلتے جاتے ہیں لیکن معنی کی سمجھ

Marfat.com

ہوتی ہے نہ دل میں وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضری کا احساس پیدا ہو اور لوگوں میں اخوت کے جذبات کی ترجمانی ہو۔

وہ سجدہ روحِ زمیں جس سے کانپ اُٹھتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

زکوٰۃ: زکوٰۃ کا ایک بڑا مقصد تزکیہ کے ساتھ ساتھ مال کے خرچ سے غریبوں کی مدد اور سب کے لیے ہمدردی اور اخوت کے جذبات ابھارنا ہے۔ عام طور پر اس میں یا تو بخل سے کام لیا جاتا ہے یا مقصد سمجھے بغیر ثواب حاصل کرنے کی خاطر ادا کی جاتی ہے۔ اصل میں زکوٰۃ اور صدقات کا بڑا مقصد ایک اسلامی فلاحی معاشرے کی تشکیل ہے جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں، کوئی شخص بھوکا، جاہل اور بغیر چھت کے نہ رہے اور بیماری کی صورت میں مفت علاج میسر ہو لیکن صورتِ حال نہایت تکلیف دہ ہے جس میں سڑکوں اور چوراہوں پر مرد، بچے اٹھائے عورتیں، جوان لڑکیاں اور معصوم بچے مانگتے نظر آتے ہیں۔ یہ شرم ناک صورت حال اسلامی معاشرے کی تصویر نہیں ہو سکتی۔

روزے: رمضان المبارک میں روزوں کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے (20)۔ تقویٰ نیکیوں کا اصل الاصول ہے اور تقویٰ حاصل کرنے کا مطلب انسان کو مجسم نیکی بنانا ہے کیونکہ نیکی ہی امن کی راہ ہے۔ اگرچہ مسلمان روزے بڑے اہتمام سے رکھتے ہیں لیکن ایک مہینہ گزرنے کے بعد بھی عام طور پر ان میں مثبت تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگ یا تو روزہ کے مقصد سے بے خبر ہوتے ہیں یا اسے حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ بھی عام طور پر صرف ثواب حاصل کرنے کے نام پر رکھے جاتے ہیں۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ رمضان کے شروع

ہوتے ہی روزوں کے لیے خوردونوش کی چیزوں کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ ہو جاتا ہے اور لوگوں کی اخلاقی قدروں میں بھی کوئی بہتری نظر نہیں آتی۔

حج: حج کا مقصد اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اور روزِ حشر کے تصور کے ساتھ اپنی ذات کی تطہیر اور پوری مسلم اُمّہ میں اخوت، اتحاد اور نظم و ضبط کی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنا محاسبہ اور آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کا موقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مکہ کو "امن کے شہر" سے معنون کر کے اس کی قسم کھاتا ہے اور اسے پوری انسانیت کے لیے وحدت کا پہلا گھر قرار دیتے ہوئے امن کا گہوارہ بناتا ہے (21)۔ گویا یہ سراسر امن کا پیغام ہے۔ اس میں بھی عام طور پر صرف گناہوں کی معافی کا جذبہ، ثواب حاصل کرنے کی امید اور اپنی حاجات پوری ہونے کی دعائیں ہوتی ہیں لیکن نہ اتحادِ اُمّہ کی روح نظر آتی ہے اور نہ اس معافی کا اثر آنے والی زندگی میں کوئی خاص تبدیلی لاتا ہے۔ بہر حال کچھ لوگ اپنی ظاہری شکل و صورت ضرور تبدیل کر لیتے ہیں حج کا مقصد جس سے بہت ارفع ہے۔

موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالتِ زار کی تصویر کشی علامہؒ نے یوں کی ہے:

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلماں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدے بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تُو باقی نہیں ہے

Marfat.com

4۔ قرآن سے بے رخی

قرآن مجید انسان کی زندگی کا پوری طرح احاطہ کرتے ہوئے اس کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات، رہنمائی اور نصیحت ہے جو اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔آج اگر یہ پڑھا جاتا ہے تو عام طور پر بغیر مطالب کی سمجھ، غور و فکر اور عمل کے صرف ثواب کی خاطر پڑھا جاتا ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''ہم نے قرآن کو لوگوں کے لئے نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے۔ تو کوئی ہے جو نصیحت پکڑے'' (22)۔ ''ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے۔ کیا تم نہیں سمجھتے''؟ (23) اور'' کیا ان لوگوں نے ہمارے اس ارشاد میں غور و فکر ہی نہیں کیا''؟ (24)۔ ''اے پیغمبر ﷺ! یہ کتاب بڑی برکت والی ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تا کہ لوگ ان آیات میں غور و فکر کریں اور جو عقل رکھتے ہیں وہ اسے سمجھ کر نصیحت پکڑیں' (25) یہ حکمت سے بھرا ہوا ہے اور جسے حکمت عطا ہوئی اسے خیرِ کثیر عطا ہوا'' (26)۔

قران مجید میں جوں جوں احکامِ الٰہی کی حکمت سمجھنے کے لئے غور کیا جاتا ہے، حالات حاضرہ کے مسائل کا حل عیاں ہوتا جاتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ہم عنقریب اپنی نشانیاں آفاقِ عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ قرآن حق ہے'' (27)۔

جو لوگ قرآن مجید بغیر سمجھ اور غور و فکر کے پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ" کیا یہ لوگ قرآن کے مطالب نہیں سمجھتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں"۔ "کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ (نہیں) یہ تو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر گمراہ ہیں (28)۔ جو لوگ قرآن پر عمل نہیں کرتے ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وہ لوگ کہ جب ان کو ان کے رب کی آیات سنا سنا کر نصیحت کی جائے تو اندھے اور بہرے ہو کر ان پر نہ گریں (29)۔

قرآن مجید دلوں کی شفا اور لوگوں کے لیے ہدایت، رحمت اور نصیحت ہے (30)۔ گویا اس میں دونوں جہانوں کے لئے فلاح اور امن کے لیے رہنمائی ہے جو اسے سمجھ کر پڑھنے اور عمل سے ملتی ہے۔

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

(اے مسلماں اگر تو زندہ رہنا چاہتا ہے تو بغیر قرآن کی سمجھ اور عمل کے ممکن نہیں)

بہر حال اگر آج بھی مسلمان اسلام اور ارکان دین کی روح پا کر عمل کریں تو وہ دوبارہ اپنا کھویا ہوا مقام پا سکتے ہیں۔

کیا عجب ! مری نواہائے سحر گاہی سے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے

Marfat.com

باب دوم

مسلمانوں میں علمی بحران

مسلمانوں کی موجودہ حالتِ زار کی ایک سب سے بڑی وجہ علم سے بے اعتنائی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور حیاتِ طیبہ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ علم کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حضرت آدم کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے انہیں علم سکھایا اور اسی بنا پر فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ رسول ﷺ کو پہلی وحی میں جو حکم ملا وہ تھا، پڑھئے۔ پھر قرآن مجید میں بار بار علم حاصل کرنے اور فکر و تدبر کی ترغیب دی گئی ہے۔

1۔ دورِ نبوی ﷺ اور فروغِ علم

آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب سارا عرب جہالت اور انتشار کا شکار تھا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر ایک زبردست تعلیمی مرکز کی بنیاد مسجد نبوی میں رکھی جہاں ہر وقت صحابہ کرامؓ علم حاصل کرتے رہتے۔ تعلیم کا یہ سلسلہ مسجد کے اندر اور باہر بستیوں میں صحابہ کرامؓ کی رہائش گاہوں میں بھی جاری رہتا۔ اس کے ساتھ ساتھ تعلیم نسواں کو بھی بہت فروغ ملا۔

رسول اللہ ﷺ کی رکھی ہوئی بنیاد پر تعلیم کا دائرہ اسلامی مملکت کے ہر شہر تک پھیلتا چلا گیا۔ اس سلسلے میں بغداد، بصرہ، کوفہ، قاہرہ اور بعد میں قرطبہ، اشبیلیہ (سولیہ)، طیطلہ (ٹولیڈو) اور

Marfat.com

ہسپانیہ (سپین) کے دوسرے شہر خصوصیت کے حامل ہیں۔ یہاں بڑے بڑے تعلیمی مراکز اور کتب خانے بنائے گئے جہاں ہر قسم کے علوم کی کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا گیا۔ ان میں منطق، فلسفہ، ریاضیات، کیمیا، طب، فزکس، نجوم غرضیکہ تمام علوم شامل تھے۔ ان مراکز کے زیر اہتمام علم و ادب کی مجالس، مناظرے اور مشاعرے بھی منعقد ہوتے۔ یہ سلسلہ فروغ تعلیم اموی اور عباسی ادوار میں عروج پر تھا جن میں نہ صرف مختلف علوم و فنون کے دوسری زبانوں سے تراجم ہوئے بلکہ تحقیق و تخلیق کے نتیجہ میں نئی نئی دریافتیں اور ایجادات ہوئیں۔ اس طرح تعلیم کے ہر شعبے میں بہت ترقی ہوئی۔ تاریخ میں اُس دور کے بہت سے نامور مسلمان سائنسدانوں کا ذکر ملتا ہے۔

مسلمان شروع کے قریباً سات سو سال تک علم و ہنر اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ایجادات کے ذریعہ ترقی کرتے رہے اور یہ سلسلہ پندرھویں صدی عیسویں تک جاری رہا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے دوسری قوموں پر سبقت حاصل کی۔ یہ حقیقت ہے کہ آج سائنس ٹیکنالوجی اور طب نے جو ترقی کی ہے اُس کی بنیاد مسلمان سائنس دانوں نے رکھی۔

2۔ مسلمانوں میں علمی بحران کے اسباب

مسلمان اپنے عروج کے بعد جب آرام طلب اور کاہل ہو گئے اور محنت، غور و فکر اور تحقیق و تخلیق سے کنارہ کشی لی تو دوسری قوموں نے اسے آگے بڑھایا اور طاقتور بن کر مسلمانوں کو ہی محکوم بنالیا کیونکہ یہ قانونِ فطرت ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے وہ تاریکی میں دھکیل دیئے جاتے ہیں۔

1299 عیسوی میں سلطنتِ عثمانیہ کی بنیاد رکھی گئی جس کی حکومت 1923 تک رہی۔ یہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی سلطنت تھی۔ جس میں ترقی ہوئی اور زوال بھی آیا۔ اس کے تین اجزاء

Marfat.com

تھے، ایک خاندان عثمانیہ کے خلیفہ، دوسرا شیخ الاسلام کا مذہبی ادارہ جو علماء کا طبقہ تھا اور جو فتوٰی کے ذریعہ خلیفہ کو معزول کر سکتا تھا اور تیسری ایک مذہبی فوج جو شیخ الاسلام کی مدد کے لیے تھی۔

دوسری طرف یورپ جو کئی صدیوں سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا، اس نے اسلام کے علمی سرمایہ سے فائدہ اٹھانا شروع کیا اور نئی سوچ کے ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور کی بنیاد رکھی۔ اس نئی صورتِ حال کے پیشِ نظر ایک کے بعد دوسرا خلیفۂ وقت اجتہاد کے ذریعہ ضرورت کے مطابق تبدیلیاں لانے کی کوشش کرتا رہا لیکن علمائے وقت کی مخالفت کی وجہ سے ناکام رہا۔ اس طرح سترھویں صدی کے آخر میں جب انہوں نے صرف دینی تعلیم پر زور دیتے ہوئے سائنس اور ٹیکنالوجی سے بے اعتنائی برتی تو رفتہ رفتہ سلطنت کا سارا نظام علمی تعطل اور فکری جمود کا شکار ہو گیا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہ عظیم اسلامی سلطنت اپنے اندر اتحاد کے فقدان اور یورپ کی بڑھتی ہوئی سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی وجہ سے عسکری قوت کا مقابلہ نہ کر سکی۔

مسلمانوں کی دوسری بڑی سلطنت ہندوستان میں تھی جس کی وسعت افغانستان سمیت پورے برِصغیر پر محیط تھی۔ یہ تقریباً ایک ہزار سال تک قائم رہی۔ اس دور میں اگرچہ عمارات کی تعمیر تو بہت ہوئی لیکن عام لوگوں کو جاہل اور تحقیق و تخلیق اور سائنس و ٹیکنالوجی کو پس پشت رکھا گیا۔ یہی حال ایران میں صفوی حکومت کا تھا۔ اس کے نتیجہ میں اتنی بڑی مسلم سلطنتیں مغرب کے استعمار کا نشانہ بن کر پاش پاش ہو گئیں اور کئی مسلم نو آبادیاں بن کر دوسری قوموں کی غلام بن گئیں۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد ان کو آزادی تو مل گئی لیکن وہ آج تک ذہنی اور اقتصادی غلامی کا شکار ہیں۔

3۔ تعلیم کی موجودہ ناگفتہ بہ صورت حال

جدید تعلیم کے ادارے: آج کل بیشتر مسلم ممالک میں تعلیم کا مقصد علم کا حصول نہیں بلکہ صرف اچھا روزگار حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ نظامِ تعلیم بھی انہی خطوط پر استوار ہے۔ یہ ذہنی وسعت پیدا کرنے کی بجائے ایسے مشینی انسان یعنی روبوٹس بنا رہا ہے جن میں تجسس و تحقیق اور غور و فکر کا تصور مفقود ہے۔ عام تعلیمی اداروں میں نظامِ تعلیم ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے میں پچاس سال سے بھی زیادہ پرانا ہے۔

نظامِ تعلیم بھی کئی حصوں میں بٹ چکا ہے جس سے طبقاتی تفاوت بڑھتا جا رہا ہے۔ کچھ بہت مہنگے ادارے ہیں جن کے لیے تعلیم ایک صنعت کی طرح دولت کمانے کا ذریعہ ہے۔ ان میں ہی ایک سکول مغربی اداروں کے ساتھ کسی نہ کسی طرح منسلک ہیں۔ دوسری طرف حکومتی اور نجی ادارے ہیں جن کا معیار بہت پست ہے۔ چونکہ زیادہ تر مسلم آبادی غریب ہے لہٰذا وہ اپنے بچوں کو تعلیم دینے سے قاصر ہے یا صرف کم معیاری اداروں میں بھیج سکتی ہے۔

اساتذہ: ابتدائی تعلیم کے اساتذہ تعلیم کی بنیاد بناتے ہیں لیکن انہیں معاشرے میں وہ مقام حاصل نہیں جس سے دنیا میں تیزی سے پھیلتے ہوئے علم کے ساتھ وہ اپنے آپ کو متعارف رکھ سکیں اور تعلیم کے لیے نئی راہیں نکال سکیں۔ ان کی تنخواہیں شرمناک حد تک کم ہیں۔ لہٰذا حکومتی اداروں کے بیشتر اساتذہ سکول کے اوقات میں تعلیم دینے میں دلچسپی نہیں لیتے اور طلباء اُن سے ٹیوشن پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں جس کے لیے انہی اساتذہ کے کوچنگ سنٹر قائم ہیں۔

ادارے: بیشتر تعلیمی اداروں میں تسلی بخش عمارات، ضروری ساز و سامان اور سہولیات کا فقدان ہے۔ کم و بیش یہی حال اعلیٰ تعلیم کا ہے۔ پرائمری اور سیکنڈری سکولوں کی حالت خاص طور پر ناگفتہ بہ ہے۔ اساتذہ، نصاب اور سہولیات کا معیار جانچنے کا نظام جامع ہے نہ موثر۔ لہٰذا

Marfat.com

جب تک بنیاد مضبوط نہیں ہوتی، قابل اعتبار عمارت کیسے کھڑی ہو سکتی ہے۔

وسائل: قومی سطح پر بدقسمتی سے تعلیم اور تحقیق کے لیے نسبتاً بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔ جو حاصل ہے اُس کا استعمال بھی صحیح نہیں ہوتا؛ مثلاً مسلم ممالک میں ان کی مجموعی ملکی پیداوار کا اوسطاً 0.2 فیصد خرچ ہو رہا ہے جب کہ بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں یہ خرچ قریباً 5 فیصد ہے۔

مذہبی تعلیم دینے والے اداروں کی کمزوریاں: دینی تعلیم جو سکولوں اور دینی مدارس کے ذریعہ دی جاتی ہے وہ اسلام کی جامعیت اور آفاقیت کا احاطہ نہیں کرتی۔ اکثر دینی مدارس جو لوگوں کی خیرات پر چلتے ہیں، فرقوں اور مسلکوں کے محدود تصور کی تعلیم دیتے ہیں اور عصری تقاضوں سے صدیوں پیچھے ہیں۔ یہ مدارس اور ان کے طلباء ایک بہت بڑا قومی سرمایہ ہیں۔ یہ طلبا صحیح خطوط پر تعلیم حاصل کرنے سے ملک کی ترقی میں دوسروں کے شانہ بشانہ شامل ہو سکتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ایسا نہیں ہو رہا۔ اس کی وجہ ان کی دورِ حاضر کے تقاضوں اور آنے والے چیلنجوں سے لاعلمی ہے۔ ان میں اسلام کے مقصد اور روح سے متعلق بھی علم کم پایا جاتا ہے۔

نوجوان جو دینی مدارس سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کو کسی اچھے صنعتی، تجارتی یا علمی ادارے کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل نہیں سمجھا جاتا۔ لہٰذا وہ صرف نماز، نکاح، جنازے یا دنیا سے رخصت ہونے والوں کے لیے دعا اور ختم پڑھانے کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔

جو لوگ اسلام کی نمائندگی کرتے ہیں ان میں اکثر یا تو کسی فرقے یا مسلک کے حوالے سے دین پیش کرتے ہیں یا دین کے صرف ظاہری خدوخال کا پرچار کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے لوگوں کو بنیاد پرست کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے بنیادی مقصد اور روح سے صحیح معنوں میں آشنا نہیں ہوتے۔

اخلاقی تربیت کا فقدان: تعلیم کی بیان کردہ دگرگوں صورت حال کے ساتھ طلباء کی اخلاقی تربیت کی طرف بھی توجہ نہیں دی جاتی۔ کئی بڑے تعلیمی ادارے سیاست کی آماجگاہ بن

چکے ہیں۔ پاکستان کے کچھ علاقوں میں ایک تجربہ، جو کسی بس پر لمبے سفر کے دوران ہوتا ہے، یہ ہے کہ سکول کے طلباء جو اس قوم کے معمار ہیں، اکثر ڈنڈوں کے زور پر آنے والی بسوں کو زبردستی کھڑا کر کے ان پر بغیر ٹکٹ سفر کرتے ہیں۔ اگرچہ بس مسافروں سے پوری طرح بھری ہو اور نان سٹاپ ہو لیکن بس والا، پتھروں اور ڈنڈوں سے بس کے شیشوں کو بچانے کی خاطر، بس کھڑی کرنے اور لڑکوں کو بس پر چڑھانے پر مجبور ہوتا ہے۔ جب نوجوان نسل کے ذہن میں یہ بیٹھ جائے کہ وہ ڈنڈے کے زور سے غلط کام کر سکتے ہیں اور جب وہ صاحبِ اقتدار ہوں گے تو اس ملک کی کیا حالت ہو گی؟ یہ بڑی خطرناک صورتِ حال کی نشاندہی کرتی ہے۔ دراصل دونوں عصری و مذہبی تعلیمی اداروں میں اعلیٰ اسلامی قدروں اور اخلاقی تربیت کا فقدان ہے۔

تعلیم اور علمی اداروں کا فقدان: علم کے میدان میں مسلمانوں کی موجودہ قابلِ رحم صورتِ حال کا اندازہ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے بھی لگایا جا سکتا ہے جن کا ذکر وقتاً فوقتاً اخباروں میں آتا رہتا ہے(31)۔ اس وقت دنیا میں ستاون مسلم ممالک ہیں جن کی آبادی کم و بیش دو ارب ہے۔ ان میں اوسطاً چالیس فیصد لوگ تعلیم یافتہ شمار ہوتے ہیں لیکن وہ بھی کم درجہ کی تعلیم کے حامل ہوتے ہیں۔ ان میں سے صرف آدھے، یعنی کل آبادی کا بیس فیصد، پرائمری سے آگے تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ اس بیس فیصد میں سے صرف دو فیصد یونیورسٹی تک پہنچ پاتے ہیں۔ اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں اوسطاً نوے فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں جن میں سے اٹھانوے فیصد پرائمری کی تعلیم مکمل کرتے ہیں جن میں سے چالیس فیصد یونیورسٹی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دنیا میں ایک بھی ایسی مسلم مملکت نہیں جہاں سو فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہوں جبکہ پندرہ عیسائی مملکتوں میں سو فیصد لوگ تعلیم یافتہ ہیں۔

یونیورسٹیاں: اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلمانوں کی ستاون ریاستوں میں بڑی یونیورسٹیوں کی کل تعداد کم و بیش چھ سو ہے جن میں سے ایک بھی دنیا کی اعلیٰ سو یونیورسٹیوں کی فہرست میں شامل نہیں۔ اس کے مقابلے میں صرف جاپان میں نو ہزار اور امریکہ میں پونے چھ ہزار یونیورسٹیاں ہیں۔ امریکہ میں لائبریری آف کانگریس میں تقریباً تیرہ کروڑ علمی نسخے ہیں جن میں ہر روز تقریباً دس ہزار کا اضافہ ہو رہا ہے۔ ان

Marfat.com

کے رکھنے کے شیلف جوڑنے سے لمبائی قریباً 530 میل بنتی ہے جبکہ کسی ایک بھی مسلم ریاست میں کسی ایک جگہ پر علم کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود نہیں۔

سائنس دان: مسلم دنیا میں سائنس دانوں کی تعداد بھی بہت کم ہے یعنی دس لاکھ لوگوں میں صرف دو سو تیس سائنس دان ہیں جبکہ جاپان میں ان کی تعداد پانچ ہزار اور امریکہ میں چار ہزار ہے۔ علم کے میدان میں دنیا کا سب سے بڑا انعام نوبل پرائز ہے۔ مسلمان جن کی آبادی قریباً ڈیڑھ ارب ہے اور جو دنیا کی بیس فیصد ہے ان میں نوبل پرائز پانے والوں کی تعداد دس سے زیادہ نہیں اور صرف ایک شخص جو غیر مسلم تھا سائنس میں جزوی انعام پاسکا۔ اس کے برعکس غیر مسلم ممالک میں یہودی، جن کی آبادی دنیا میں صرف دو کروڑ ہے، ایک سو ساٹھ اور امریکہ، جس کی آبادی تیس کروڑ سے کم ہے، 227 نوبل پرائز حاصل کر چکے ہیں۔

معاشی بدحالی: علم و ہنر کا حصول مسلمان کا اثاثہ تھا جسے چھوڑنے سے جہالت اور غربت عام پائی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اکثر مسلم ریاستیں غیر مسلموں کے آگے نہ صرف پیسے کے لیے بلکہ علم و ہنر اور صنعت و حرفت کے میدان میں مدد کے لیے بھی ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ معاشی بحران بھی ان کا اپنا پیدا کردہ ہے۔ مسلمانوں کی اس ناگفتہ بہ صورتحال کی بڑی وجہ ظاہر ہے مسلم ممالک میں تعلیم سے بے اعتنائی ہے۔ اس انتہائی تکلیف دہ صورت حال کے پیش نظر تعلیم کے فروغ کے لئے ایک بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔

4۔ دعوتِ غور و فکر و تحقیق و تخلیق

جدید علوم کی ترویج: نیابتِ الٰہی کی ادائیگی اور دنیا میں باعزت زندگی گزارنے کے لیے تحصیل علم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی بنیادی ضرورتیں ہیں۔ کائنات میں جو

Marfat.com

کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے مسخر کر دیا ہے جو غور و فکر کرتے ہیں اور عقل و تدبر رکھتے ہیں۔ اس نے دنیا میں بہت سی چیزیں انسان کے فائدے کے لیے تخلیق فرمائیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اُٹھا کر بہتر زندگی گزارنے کا سامان پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے علم و دانش، غور و فکر اور عقل و تدبر استعمال کرنے کا قرآن مجید میں بار بار ذکر ہے۔ جو لوگ ایسا نہیں کرتے وہ بھوک، غربت، بے اطمینانی، تشدد اور بدامنی کو دعوت دیتے ہیں جیسا کہ آج کل غیر ترقی یافتہ ممالک میں ہو رہا ہے، جن میں مسلم ریاستیں بھی شامل ہیں۔

علم کا آزادانہ حصول انسان میں تجسس و تحقیق کی خاصیت پیدا کرتا ہے جو ہر میدان میں تخلیق کا باعث بن کر نئی راہیں نکالتا ہے جبکہ آزادیٔ خیال پر پابندی اس کی ضد ہے۔ اس لیے سب سے پہلے سوچ اور تخلیق کے لیے ضروری ماحول اور سہولیات فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔ آج دنیا میں جتنی ترقی ہو رہی ہے وہ عقل و دانش کے استعمال سے تحقیق کا نتیجہ ہے۔ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ کے دیے گئے اصولوں سے فائدہ اٹھا کر اپنی اور پوری انسانیت کی بہتری کے لیے کام کیا وہ ہی زندہ رہنے کا حق محفوظ رکھتی ہیں۔

لہٰذا ایسے تمام جدید علوم، جو آج کل مسلمان ممالک میں قابلِ رحم حالت میں ہیں، کے حصول، ترویج اور اشاعت کے لیے قومی سطح پر وسائل اور کوششیں درکار ہیں۔ اس کے لیے عصری تقاضوں کے پیشِ نظر صحیح بنیادوں پر ایک انقلابی حکمتِ عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے جس کے تحت خاص طور پر نئی نسل اعلیٰ تعلیم سے روشناس ہو سکے تاکہ دنیا میں بڑھتی ہوئی ترقی کا مقابلہ کر سکیں کیونکہ یہی ان کی بقاء کا راستہ ہے۔ اسی سے معاشرے سے جہالت اور غربت، جو تفرقہ اور تشدد کی بڑی وجوہ ہیں، کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور انسان حیوانوں کے نرغے سے نکل کر انسانیت کی سطح پر آ سکتا ہے۔

انفرادی طور پر ہر عورت اور مرد کا بلا امتیاز عمر یہ فرض ہے کہ علم حاصل کرنے اور پھیلانے کے لیے خود کوشش کرے اور اپنی اولاد کو بھی ہر ممکن تعلیم حاصل کرنے کا موقع بہم پہنچائے۔ یہی سب سے بڑی سرمایہ کاری ہے جو قوموں کی تعمیر کے ساتھ امن اور سلامتی کی ضامن ہے۔ قومی سطح پر تعلیم و

Marfat.com

تحقیق کے لیے نہ صرف ترجیحی بنیادوں پر وسائل مہیا کرنے کی ضرورت ہے بلکہ پورے نظام کو جدید بنیادوں پر استوار کرنا ناگزیر ہے۔

نئی پود جو صرف مذہبی تعلیم حاصل کر رہی ہے، اس میں ایسی ذہنی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے جس سے ان میں عصری تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو تا کہ وہ دنیا میں باوقار مقام حاصل کر سکیں گے۔ یہ نوجوان، تعلیم کا شوق رکھتے ہیں اور اُن بے شمار اَن پڑھ لوگوں سے بہتر ہیں جو کسی نہ کسی وجہ سے تعلیم حاصل نہیں کر پائے۔ اس سرمائے کو ضائع ہونے سے بچانے کی فوری ضرورت ہے جس کے لیے تعلیم و تربیت کی سہولت اور ایک فعال حکمتِ عملی درکار ہے۔

تحقیق و تخلیق کی ضرورت: جس طرح بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اور ہر وہ کام جس سے دوسروں کی بھلائی مقصود ہو "نیک کام" ہیں اسی طرح تحقیق و تجسس سے جسم و جان، معاشرے اور ملک و ملت کے بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تخلیق اور ایجادات کے ذریعہ انسانی بہتری کیلیے نئی راہیں نکالنا بھی اعمالِ صالح ہیں جو نیابتِ الٰہی کے تقاضے ہیں۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ یہ بھی واضح فرماتا ہے کہ "صالحین وہ ہیں جن کو ان کی تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ وہ یہ سب کچھ اس لیے کر رہے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اعمال کی جزا دے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ نوازے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے" (32)۔

موجودہ دور عالمگیریت کا دور ہے جس میں خاص طور پر انفارمیشن ٹیکنالوجی کی وجہ سے ساری دنیا ایک عالمی گاؤں بن چکی ہے۔ فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔ انسان چند سیکنڈوں میں دنیا کے کسی بھی کونے میں بیٹھے دوسرے انسان سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ سائنس کی ترقی کی کوئی حدود نہیں رہیں۔ ایک طرف صرف ایک خلیے سے پورا جانور تیار کیا جا رہا ہے تو دوسری طرف تحقیق کے ذریعے جسم کے اندر کسی بھی بیمار عضو کی نئے سرے سے نشوونما اور بالیدگی کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس سے کئی ناقابلِ علاج امراض کا علاج ممکن ہو سکے گا۔ ایک اور قسم کی تحقیق ہو رہی ہے جس کی کامیابی کے ساتھ

کسی مادی چیز کو ہوا میں تحلیل کر کے دنیا کے کسی بھی کونے تک آنکھ جھپکنے میں پہنچایا جا سکے گا۔ اسی طرح شاید ایک دن انسان بھی دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک آنکھ جھپکنے کی دیر میں سفر کر سکے۔ ایسی تمام تحقیقات بدقسمتی سے کسی بھی مسلم ریاست میں نہیں ہو رہی ہیں اور یہ صورتِ حال دوسروں کے مقابلے میں ان کی پستی کی آئینہ دار ہے۔ لہٰذا تحقیق اور تخلیق کی طرف قدم دراصل نیابتِ الٰہی کے تقاضوں کی طرف ایک پیش رفت ہے۔

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دَور میں کرتا ہے طواف اس کا زمانہ!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی نیابت کے لیے تخلیق فرمایا۔ پس ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کر دیا اور علم حاصل کرنے کی استطاعت عطا فرمائی تا کہ انسان نئی نئی ایجادات اور تخلیق سے اس دنیا کو اور خوبصورت بنائے جو نیابتِ الٰہی کا تقاضا ہے۔

5۔ عصرِ حاضر کے مسائل اور ذہنی انقلاب

موجودہ صورتِ حال کے پیشِ نظر مسلمانوں میں ایک ایسے ذہنی انقلاب کی ضرورت ہے جو انہیں جہالت کی تاریکیوں سے نکال سکے۔ اس کے لیے ایسے علماء اور سکالرز کو، جو اپنے عصری اور دینی علم کی وسعت کے ساتھ تقویٰ اور کردار کی بلندی کے مالک ہوں، جہاد بالعلم والقلم کے لیے نکلنا ہے۔ حکومتِ وقت پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کی نشاندہی کرے اور انہیں

Marfat.com

ضروری مدد بہم پہنچائے اور تعلیم اور تحقیق کے لیے سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دے۔ مسلمانوں میں بے شمار مخیّر حضرات موجود ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار دولت اور وسائل سے نوازا ہے۔ ان سے بھی اللہ تعالیٰ توقع رکھتا ہے کہ وہ اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

☆ بیشک انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے" (33)۔
☆ جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے (34)
☆ وہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلے (35)۔
☆ نہ ہی وہ ایسا کرتا ہے کہ کسی قوم پر نعمت عطا فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل ڈالیں" (36)۔

لہٰذا آج کی ایک بنیادی ضرورت تحصیل علم کے لیے ہر شخص کو جہاد کرنا ہے۔ اس کے لئے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، جوان ہو یا بچہ، مرد ہو یا عورت ہر ایک کو اپنی پوری صلاحیتوں اور وسائل کے ساتھ پوری کوشش کرنی ہے۔ صرف اسی صورت میں وہ اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے دنیا میں با عزت مقام پا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو انسان کو ایسی صلاحیتیں عطا فرمائیں ہیں جنہیں بروئے کار لا کر وہ اس کی پرواز ستاروں سے بھی آگے جانے کی اہلیت رکھتی ہے

Marfat.com

باب سوم

معاشی مسائل اور ان کا حل

1۔ غربت سے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ

اسلام کے نظریہ کے برعکس موجودہ دور میں مجموعی طور پر مسلمانوں میں غربت پائی جاتی ہے۔اس کی ایک وجہ عام لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوچ کئی صدیوں سے بٹھا دی گئی ہے کہ کم مائیگی ،غربت،افلاس اور دنیا سے کنارہ کشی اسلام کا سرمایہ ہیں۔یہ مفروضہ بالکل غلط ہے۔اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔اسلام دنیا اور آخرت دونوں میں انسان کی بھلائی چاہتا ہے جو انسانی فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ”ایک غلام ہے مملوک اسے کسی چیز کا اختیار نہیں اور ایک شخص ہے جس کو ہم نے خوب روزی دی ہے۔وہ اس سے پوشیدہ اور اعلانیہ خرچ کرتا ہے۔کیا وہ آپس میں برابر ہو سکتے ہیں؟“ (37) اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو بھی مالدار بنانے کی نعمت یاد دلاتا ہے کہ ”اس نے آپ ﷺ کو نادار پایا، پس مالدار بنا دیا“ (38)۔حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، جو ایک مالدار خاتون تھیں، سے آپ ﷺ کی شادی اس بات کا واضح ثبوت ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دولت نیک آدمی کا بہترین سرمایا ہے (39)۔

تنگ دستی سے پناہ: رسول اللہ ﷺ نے فقر، ناداری اور ظالم اور مظلوم بننے سے پناہ مانگی (40) اور فرمایا کہ ”قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچا دے (41)“۔فقر و تنگ دستی سے بچنے کے لئے آپ ﷺ اپنے گھر والوں کی ایک سال کی ضرورت کے تحت خوراک جمع فرماتے جو اپنی ازواجِ مطہرات ؓ کو بھیج

Marfat.com

دیتے اگرچہ اپنی ذات کے لئے کچھ نہ رکھتے (42)۔ اس میں شک نہیں کہ قرونِ اولیٰ کے خلفائے وقت نے نہایت سادہ زندگی بسر کی لیکن ایسے صحابہ کرام بھی موجود تھے جن کے پاس بے شمار دولت تھی جسے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔

بھیک مانگنے کی مذمت: آپ ﷺ نے بھیک مانگنے والوں کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ "تم میں سے جو کوئی بھیک مانگتا ہے جب وہ خدا کے سامنے حاضر ہوگا تو اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی۔ مانگنے کی خرابی اگر لوگ جان لیں تو کسی کے دروازے پر جانے کی ہرگز ہمت نہ کریں" (43) اور فرمایا کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" (44)۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ہم پاکستانی بحیثیت قوم بھیک مانگتے ہیں۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

مفلس کون: اکثر مفلسی، مال کی سمجھی جاتی ہے لیکن اصل مفلسی کردار کی ہوتی ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں میں رسوائی ہے۔ لہٰذا اس سے بچنے کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ میری امت کا مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے روز نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس حال میں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا، کسی کا ناحق خون بہایا ہوگا یا کسی کو مارا ہوگا۔ اس لیے اس کی کچھ نیکیاں اس حقدار کو دے دی جائیں گی یعنی اس شخص کا فیصلہ اس طرح کیا جائے گا کہ جس جس کو اس نے ستایا ہوگا اور جس جس کی حق تلفی کی ہوگی ان سب کو اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی۔ پھر اگر حقوق پورا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو حقدار کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا" (45)۔

غربت یا بیماری کو محض تقدیر سمجھنا ایک منفی سوچ ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے عرض کیا "دوا، علاج اور پرہیز کرنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا "وہ بھی تو اللہ کی مشیت ہوگی" (46)۔ گویا اپنا

Marfat.com

معیارِ زندگی اور صحت بہتر بنانے کے لئے وسائل کا تدبیر کے ساتھ استعمال، محنت اور ہر چیز میں اعلیٰ معیار ہی کامیابی کی شرائط ہیں۔

قدرتی وسائل اور اقتصادی بدحالی: مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے بے شمار قدرتی وسائل موجود ہیں؛ مثلاً تیل، گیس، معدنیات، نباتات اور افرادی قوّت وغیرہ۔ اس وقت دنیا کی توانائی کے قدرتی ذخائر کا ستر فیصد حصہ مسلمانوں کے پاس ہے جبکہ ان کا دنیا کی مجموعی ملکی پیداوار میں حصہ صرف پانچ فیصد اور تجارت میں صرف چھ سے آٹھ فیصد ہے۔ لٰہذا مسلم ممالک سے اعلیٰ ٹیکنالوجی سے بننے والی چیزوں کی برآمد نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً ایسی چیزیں سعودی عرب، کویت مراکش، الجیریا کی کل برآمدات کا صرف 0.3 فیصد ہیں جبکہ پاکستان کی برآمدت کا صرف ایک فیصد ہیں۔ اس کے مقابلے میں یہ سنگاپور کی برآمدات کا اٹھاون فیصد ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمان سائنس، ٹیکنالوجی اور دیانت، محنت اور معیار کے فقدان کی وجہ سے ان وسائل سے فائدہ اُٹھانے سے قاصر ہیں جب کہ دوسری قومیں اُن سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اپنے پاس قدرت کی عطا کردہ بے شمار دولت ہونے کے باوجود غریب ہیں اور دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔

کیوں گرفتار طلسمِ ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکتِ طوفاں بھی ہے
سینہ ہے تیرا امیں اس کے پیام کا
جو نظامِ دہر میں پیدا بھی ہے پنہاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

Marfat.com

2۔ اسلام میں فراخ دستی

اسلام تنگ دستی کی بجائے فراخ دستی کا سبق دیتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے بہتر سے بہتر زندگی گزارنے کا سامان مہیا فرماتا ہے۔اس نے "دنیا میں جو کچھ ہے اپنے بندوں کے لئے تخلیق کیا اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے ان لوگوں کے لئے مسخر کر دیا جو غور و فکر کرتے ہیں۔اس نے زمین کو تمہارے تابع کر دیا تاکہ اس کے راستوں پر چلو پھرو اور اس کی دی ہوئی روزی سے کھاؤ پیو" (47)۔ یہ بات خاص طور پر توجہ طلب ہے کہ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو غور و فکر کرتے ہیں۔لہٰذا ان انعامات سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے جس کا نتیجہ دنیا میں رسوائی ہے۔مسلمانوں کی موجودہ ابتر حال کی وجہ بھی یہی ہے۔

اقتصادی کاوش: اسلام،انسان کو کاہلی اور سستی سے نکال کر محنتی اور جفاکش بنانا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو محنت کے ماحول میں پیدا کیا اور یہ کہ سُستی نہ کرو۔رسول ﷺ نے فرمایا کہ

"اگر تم اللہ پر بھروسا کرو تو وہ پرندوں کی طرح تمہیں روزی عطا کرتا ہے۔تم پرندوں کو دیکھتے ہو کہ صبح خالی پیٹ گھونسلوں سے نکلتے ہیں لیکن شام کو آسودہ ہو کر واپس آتے ہیں" (48)۔

گویا صبح سے شام تک روزی حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔یہی سبق مسلمانوں کو دیا گیا ہے۔رزقِ حلال کے لئے محنت کرنا عین عبادت ہے۔محنت کے ساتھ ہر چیز اور خدمات کا معیار بھی اونچا ہونا ضروری ہے جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ "جب کوئی شخص کام خوبی اور مہارت سے کرے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے"

Marfat.com

☆ ''ایک سچا تاجر قیامت کے روز انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت میں ہوگا (49)

اسلام کسبِ اموال اور صرفِ اموال کے لئے اصول بیان فرماتا ہے۔

3۔ کسبِ اموال کے لئے اصول

اللہ تعالیٰ لوگوں کو پاکیزہ مال کمانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ مادی ضروریات کا، دیانت کے اصولوں کے تحت، پورا کرنا ایک عبادت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرض عبادات کے بعد حلال روزی کمانا فرض قرار دیا ہے (50)۔

اللہ تعالیٰ پاکیزہ اموال یعنی رزق حلال حاصل کرنے کے لئے دیانت، امانت، سچائی، اعتدال اور باہم محبت، اخوت، ہمدردی اور معاشرتی امن کے ساتھ ایک باعزت زندگی گزارنے کی طرف دعوت دیتا ہے اور بددیانتی، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، دھوکہ دہی، رشوت غرضیکہ ہر قسم کی برائی کو سختی سے منع فرماتا ہے۔ ان اصولوں پر کام کرنے سے کسی کے پاس ناجائز ارتکازِ زر نہیں ہوسکتا اور نہ بے جا معاشی اور سیاسی تسلط کے ذریعہ لوگوں کا استحصال ممکن ہے۔

حلال روزی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: زمین میں جو کچھ ہے اس میں سے حلال اور طیب کھاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور نیک عمل کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان سے واقف ہے۔ بے شک اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے تو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے، ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

☆ ''تم ایک دوسرے کے مال باطل اور ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ اور نہ حکام کے پاس اس غرض سے پیش کرو کہ دوسروں کا مال گناہ کے ساتھ ہڑپ کر جاؤ'' (51)۔

☆ ''تجارت حلال اور سود حرام ہے۔ اگر تم مومن ہو تو جو سود وصول طلب رہ

Marfat.com

گیا ہے وہ چھوڑ دو لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ قبول کرو" (52)۔

☆ "ناپ تول میں کمی نہ کرو، ایسے لوگوں کے لئے بڑی خرابی اور تباہی ہے" (53)۔

☆ "جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ عنقریب وہ جہنم کی آگ میں جلیں گے۔

☆ عوام کے مال میں خیانت نہ کرو۔ جو ایسا کرے گا وہ اس مال سمیت قیامت کے روز حاضر ہوگا۔ جس چیز کے تم امین بنائے جاتے ہو اس کو مالک کے پاس امانت کے ساتھ واپس کردو۔ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ کر اس پر نہ اتراؤ" (56)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو دیانت دار نہیں اس کا ایمان نہیں (57) یعنی وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

4۔ صرفِ اموال کے لئے اصول

صَرفِ اموال کے لئے بھی اللہ تعالیٰ اصول واضح فرماتا ہے کہ:

☆ "اس مال سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو جس میں اس نے تمہیں خلیفہ بنایا" (58)۔ "وہ خرچ کرو جو ضرورت سے زیادہ ہو" (59)۔

☆ صاحبِ وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اسے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے۔ اب اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا" (60)۔ اپنے ہاتھ کو نہ اپنی

Marfat.com

گردن کے ساتھ باندھ لو اور نہ بالکل ہی کھول دو (68) یعنی نہ بخل کرو نہ اسراف۔ میانہ روی اختیار کرو۔

☆ جو اچھی عمدہ حلال چیزیں ہیں وہ کھاؤ، اس میں سے خرچ کرو اور خراب چیزیں دینے کا قصد مت کرو (65)۔

☆ اللہ پسند نہیں کرتا کہ دکھاوے یا احسان جتانے کیلئے مال خرچ کیا جائے (66)

☆ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جبتک کہ ان چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں عزیز ہیں (67)۔

☆ مال بے جانہ اڑاؤ کہ اللہ مال بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ فضول خرچی کرنے والا شیطان کا بھائی ہے (69)۔

☆ ''شراب، جُوا، بُت اور فال کے تیر (پانسے) تو گندے شیطانی کام ہیں، ان سے بچو اور شیطان کے طریقوں کی پیروی نہ کرو'' (55)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ حاجت سے زیادہ مال کا روک لینا تیرے لئے شر ہے۔ انفاق کی ابتداء اپنے عیال سے کرو (70)۔

آپ ﷺ نے سارا مال صدقہ دینے سے بھی روکا تا کہ بندہ بذاتِ خود فقیر نہ ہو جائے۔ اس لئے دینے میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔

افزائش رزق: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے مال کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر ایک میں سو سو دانے ہوں اور اللہ جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی وسعت والا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ پڑے تو خیر پھوار ہی سہی اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔ جو ہم نے تمہیں رزق دیا ہے اس پر اور اللہ کا شکر ادا کرو (61)۔

Marfat.com

☆ "کون ہے جو اپنے پروردگار کو قرضِ حسنہ دے جو اس کو دوگنا تگنا کر دے گا" (62)۔

☆ "جو لوگ اپنے مال، رات دن، پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں اللہ اسے اور زیادہ کرے گا۔ انہیں اپنے رب سے ثواب ملے گا اور انہیں کوئی غم ہوگا نہ ڈر" (63)۔

☆ اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو اچھی بات ہے اور اگر تم اس کو چھپاؤ اور فقرا کو دو تو تمہارے حق میں اور بھی بہتر ہے اور اللہ تم میں سے تمہارے گناہ دور کر دے گا (64)۔

بخل سے اجتناب: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"جو لوگ بخل سے کام لیتے ہیں یا دوسروں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ ان کے لئے اچھا ہے بلکہ یہ بہت برا ہے کیونکہ وہ مال جس میں بخل کرتے ہیں ان کے گلوں میں قیامت کے دن طوق بنا کر ڈالا جائے گا" (71)۔ جنت میں نہ دھوکا باز، نہ احسان جتلانے والا اور نہ بخیل داخل ہوگا (72)۔

صرفِ اموال کے راستے: صرفِ اموال کے راستوں کے بارے میں قرآن مجید میں خاص طور پر زکوٰۃ، عشر، خمس، انفاق اور "قل العفو" کا ذکر ہے۔

5۔ اسلام کا عادلانہ معاشی نظام اور فلاحی مملکت کا قیام

اسلام کے فلسفہ حیات میں معاشی تعلیمات کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس کی بنیاد ایسے معاشی انصاف پر ہے جس سے اخلاقی فضائل کی نشوونما ہو، ہر شخص کو معاشی تحفظ میسر ہو اور اجتماعی عدل پر مبنی ایسا معاشرہ تشکیل پائے جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں اور ہر شخص کو معاشرتی اور معاشی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ یہ استحصال اور غربت سے نجات دلا کر سب کے لئے خوشحال زندگی کا ضامن ہوتے ہوئے ایک فلاحی ریاست کا تصور پیش کرتا ہے۔

Marfat.com

ایمان اور اعمال صالح کی نہج پر انسان کی تعمیرِ شخصیت کے ساتھ اس کی بنیادی ضروریات کا پورا ہونا بے شمار سماجی، اخلاقی اور معاشرتی بیماریوں سے بچنے کی ضمانت ہے۔ انفرادی طور پر ہر شخص کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے خوراک، لباس، سر چھپانے کے لئے گھر اور صحت برقرار رکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کے لئے ضروری سہولیات درکار ہیں۔ اجتماعی طور پر روزگار حاصل کرنے کے لئے مناسب مواقع فراہم کرنا، نقل و حمل کے لئے ذرائع آمدورفت اور اندرونی اور بیرونی خطرات سے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ علاوہ ازیں دنیا میں مقابلے کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے سے بچنے کے پیشِ نظر ترقی کے لئے لگاتار کام کرنا بھی اتنا ہی اہم ہے۔

یہ اتنی بڑی، مشکل اور پیچیدہ ذمہ داریاں ہیں جن سے صرف ایک یاست ہی عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ پس ایسی ریاست جس میں، ذاتیات سے بالاتر ہو کر، سب کی بہتری کے لئے دیانت، امانت اور انصاف پر مبنی کام ہوں، ایک اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو بنیادی ضروریات پورا کرنے کے قابل بنانا، اور جو ایسا کرنے کے قابل نہیں، ان کے لئے کم از کم روٹی، کپڑا اور سر چھپانے کے لئے چھت کی سہولیات دینا، کم از کم 18 سال کی عمر تک مفت تعلیم اور سب کو علاج کی سہولت بہم پہنچانا ایک اچھی فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

ریاستی وسائل: کسی بھی ریاست کو اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وسائل درکار ہیں۔ یہ عام طور پر ریاست کے افراد سے ان کی آمدن اور استطاعت کے مطابق حاصل کئے جاتے ہیں۔ موجودہ دور میں یہ ٹیکسوں اور محصولات کا نظام ہے جس کے علاوہ حکومتی ذرائع پیداوار، بیرونی ممالک یا اداروں سے امداد اور متفرق ذرائع آمدن، وسائل کا ذریعہ بنتے ہیں۔

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اگرچہ ٹیکسوں اور محصولات کا ذکر نہیں لیکن زکوٰۃ، عشر، جزیہ اور خمس، صدقات اور انفاق یعنی دوسروں پر خرچ کرنیکا بیان ہے۔ زکوٰۃ دین کا ایک بنیادی رکن ہے اور ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ عشر زمین کی پیداوار کا حصہ ہے جس کی ادائیگی بھی ایک فرض کی حیثیت رکھتی ہے۔ خمس وہ مالِ غنیمت ہے جو بلا معاوضہ حاصل ہو۔ اگرچہ صدقات اور انفاق

Marfat.com

رضا کارانہ ہیں لیکن اللہ تعالیٰ دوسروں پر خرچ کرنے کو نہ صرف نیکی اور تقویٰ کی ایک صفت بیان کرتا ہے اور طرح طرح سے اس کی نصیحت فرماتا ہے بلکہ بخل کرنے والوں کو جہنم کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ گویا حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ایسا نظام تشکیل دے جس سے مطلوبہ ریاستی وسائل اکٹھا کرنے کے ساتھ صحیح معنوں میں ایک فلاحی ریاست قائم ہو۔

وسائل کا حصول: رسول اللہ ﷺ کے ارشادات اور حیاتِ طیبہ کے واقعات اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے خلاف جہاد کا اعلان، اس بات کی دلیل ہیں کہ زکوٰۃ کا اکٹھا کرنا ریاستی حکمتِ عملی کا حصہ ہے۔ انفاق کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو صحابہ کرامؓ نے اللہ کی راہ میں، اسلام کی حفاظت اور سربلندی کے لئے اپنے مال و دولت بیت المال میں جمع کرائے۔ یہ اس بات کی طرف رہنمائی ہے کہ وہ ملکی ضروریات جو "فی سبیل اللہ" ہوتی ہیں، کو پورا کرنے کے لئے انفاق ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگرچہ انفاق کے زمرے میں لوگوں سے محاصل وصول کرنے کے طریقہ کار کے بارے میں کوئی واضح احکام نہیں لیکن اسلام میں اجتہاد کے نظریہ کے تحت، جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے ایسے حالات کے لئے رہنمائی فرمائی قواعد و ضوابط طے کئے جا سکتے ہیں۔ بہر حال ان وسائل کے کے بارے درجِ ذیل تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اسلامی فلاحی ریاست کا قیام عین ممکن ہے۔

1۔ زکوٰۃ:

زکوٰۃ کا ذکر قرآن مجید میں کم از کم ستائیس بار نماز کے ساتھ اور تین بار علیحدہ آیا ہے۔ زکوٰۃ اس مال پر واجب ہوتی ہے جو کسی بھی صورت میں ایک سال کے عرصہ تک پڑا رہے اور نصاب سے زائد ہو۔ ذاتی جائز ضروریات کی چیزیں، جو روزمرہ کے استعمال میں ہوں؛ مثلاً اپنی رہائش کا مکان، سامانِ بود و باش، خورد و نوش و سفر وغیرہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہیں۔ وہ جمع شدہ مال جس پر زکوٰۃ واجب ہے، ظاہری بھی ہو سکتا ہے اور پوشیدہ بھی۔ ظاہری سامان میں مال و دولت، ہر قسم کی کمرشل اور اپنی ذاتی رہائش گاہ کے علاوہ، رہائشی اور دوسری جائیدادیں، سرمایہ و سامان، مال مویشی

Marfat.com

وغیرہ شامل ہیں۔ چھپے ہوئے مال میں ہر قسم کی کرنسی اور بنکوں میں پڑا ہوا مال، سونا چاندی اور سامان تجارت وغیرہ شامل ہیں۔ مالِ تجارت پر زکوٰۃ کا جواز خلافتِ راشدہ کی حکمتِ عملی سے ملتا ہے۔ یہ اتنے بڑے وسائل کا ذریعہ ہے کہ ایک بہترین فلاحی ریاست تشکیل دی جاسکتی ہے۔

نصاب: زکوٰۃ دینے کے لئے نصاب مقرر ہوتا ہے۔اس کے مطابق مال و دولت کی قیمت کا چالیسواں حصہ یعنی اڑھائی فیصد زکوٰۃ مقرر کیا گیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی رضامندی سے زکوٰۃ کی مقدار میں اضافہ کرے وہ اللہ کے نزدیک زیادہ مقبول ہے۔حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ادوار میں جو نظام رائج تھا اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی مقدار کو نصاب اور قابلِ زکوٰۃ چیزوں کے اضافے سے بڑھایا بھی جاسکتا ہے(75)۔لہٰذا آج کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یہ ایک کھلا راستہ ہے جس کا تعین ایک فلاحی ریاست کے قیام کے لئے اجتہاد سے کیا جاسکتا ہے۔زکوٰۃ کے مصرف کی رو سے رسول اللہ ﷺ نے صدقات سے متعلقہ قرآن مجید کی اس آیتِ مبارکہ کا حوالہ فرمایا:

:"بیشک صدقات، فقراء، مساکین، عاملین جو مقرر ہیں، تالیف قلوب کے لئے، گردنیں چھڑانے میں، تاوان بھرنے والوں کے لئے، اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لئے، اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے"(76)۔

اس میں 'فی سبیل اللہ' یعنی اللہ کی راہ میں، عاملین اور مسافر ایسے مصارف ہیں جن کے تحت فلاحی ریاست کی بہت سی ضروریات پورا کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔دراصل 'فی سبیل اللہ' اور 'صدقات' بہت وسیع معنوں کے حامل ہیں۔لہٰذا موجودہ دور کے حالات کے تحت، انہیں سمجھ کر اجتہاد کے ذریعہ حکمتِ عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

2۔خمس:

خمس مالِ غنیمت سے دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جان رکھو کہ جو چیز تم غنیمت

Marfat.com

میں لاؤ اس میں پانچواں حصہ خدا اور اس کے رسول ﷺ اور اہل قرابت، یتیموں محتاجوں اور مسافروں کا ہے" (81)۔ مالِ غنیمت وہ مال ہے جو بلا معاوضہ حاصل ہو۔ اس میں خشکی اور تری کی تمام چیزیں جو اس کے اندر یا باہر سے حاصل کی جائیں، شامل ہیں۔ اس میں جنگی غنائم بھی شامل ہیں۔ اہل تشیع زکوٰۃ کی بجائے خمس کو جائز سمجھتے ہیں کیونکہ رسول ﷺ کی آل کے لئے صدقہ ناجائز قرار دیا گیا تھا اگرچہ امام ابوحنیفہؒ نے اسے جائز قرار دینے کا فتویٰ دیا۔

3۔ انفاق:

انفاق کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان کے مال میں مقررہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی دوسروں کا حق ہے (77)۔

اس سے ظاہر ہے کہ صرف زکوٰۃ کی ادائیگی سے بندہ دین کے حوالے سے عائد کردہ مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو جاتا۔ لہٰذا اس کی دولت پر مزید حق رہ جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر بیت المال کا خزانہ ہر شخص کی انفرادی مالی ضروریات کو پورا نہ کر سکے تو خلیفہ بالجبر اہل دولت سے مال حاصل کر کے اس کمی کو پورا کر سکتا ہے باوجود اس کے کہ وہ اربابِ دولت صدقات واجبہ کی ادائیگی سے سبکدوش ہو چکے ہیں (75)۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ زکواۃ کے نصاب میں بھی تبدیلی کی گنجائش ہے۔

اس حوالے سے انفاق کا ذکر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن مجید کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن مجید سے ہدایت متقی حاصل کر سکتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے دیا ہے اس میں سے انفاق یعنی اسے دوسروں میں بھی تقسیم کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ متقی کی صفات تفصیل سے بیان فرماتے ہوئے نیکی کی دعوت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ:

☆ "نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ نیکی اس کی ہے جو اللہ، آخرت کے دن، فرشتوں، کتابوں اور نبیوں پر ایمان لائے اور مال سے محبت کے

Marfat.com

باوجود اسے خرچ کرے، اپنے قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے کے لئے اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور جو جب عہد کرلیں تو اپنا عہد پورا کریں اور تنگ دستی اور تکلیف میں اور میدانِ کارزار میں ثابت قدم رہیں۔ یہی لوگ سچے اور یہی متقی ہیں (78)۔

مستحقین کے بارے میں، جن کا ذکر اوپر نیکی یعنی انفاق کے حوالے سے کیا گیا ہے، غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

1۔ نیکی کے حوالے سے دوسروں پر خرچ کرنے کا ذکر زکوٰۃ کے ذکر سے پہلے کیا گیا ہے۔ غالباً اس لئے کہ زکوٰۃ تو بہرحال ایک فرض ہے۔ لہٰذا نیکی وہ تصور ہوگی جو رضاکارانہ یا فرض کے علاوہ ہو۔ گویا نیکی کے حوالے سے انفاق کو زکوٰۃ پر فوقیت حاصل ہے۔

2۔ زکوٰۃ کے مستحقین، میں جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے، قرابت داروں اور یتیمی کا ذکر نہیں ہے بحالیکہ وہ کسی دوسری مد کے تحت مستحقین کے زمرے میں آتے ہوں لیکن نیکی کے حوالے سے سب سے پہلے قرابت داروں کا اور یتیموں کا ذکر ہے۔

3۔ قرابت داری کے حوالے سے خرچ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ درجہ بدرجہ استحقاق کا حکم دیتا ہے کہ سب سے پہلے ماں باپ کا حق ہے، پھر قریب کے رشتہ داروں کا اور پھر یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا ذکر ہے (79)۔

4۔ انفاق کے لئے صاحبِ نصاب ہونا ضروری نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو لوگ آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں تو یہ بڑا نیک کام ہے اور اللہ تعالیٰ نیک عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" (80)۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ زکوٰۃ تو بہرحال فرض ہے لیکن اس کے علاوہ دوسروں پر حسب مراتب خرچ کرنا بھی ضروری ہے جس میں والدین اور اقربا کو دوسروں پر سبقت حاصل ہے۔ بہرحال

Marfat.com

اس حوالے سے ایک فلاحی ریاست کے قیام کے لئے ریاستی سطح پر صحیح راستے کا تعین بھی کیا جا سکتا ہے۔

4۔ ''قُلِ العَفو'':

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

''لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجئے، جو کچھ تمہاری ضرورت سے زائد ہو۔ اللہ تمہارے لئے اپنے احکام اس طرح بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو'' (73)۔

یہ اپنی جائز ضروریات پورا کرنے کے بعد جو بچ جائے اسے خرچ کرنے کی ہدایت ہے جو ایک فلاحی ریاست کے قیام میں مدد کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ یہ اتنا زبردست اصول ہے جس کے تحت انسان اپنی ہر جائز ضرورت پوری کر سکتا ہے۔ اس میں آئندہ کے لئے یا مشکل وقت کے لئے کچھ بچا رکھنا بھی ضرورت کا حصہ ہوگا۔ اس طرح ہر شخص، اپنی حیثیت اور مرتبے کے مطابق اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ ان ضروریات کی حد مقرر کرنے کا انسان کو خود اختیار حاصل ہے۔ لہٰذا یہ اختیار عدل سے استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان مال میں بھی درجات کا ذکر فرماتا ہے۔ یہ تفاوت ہمیشہ سے ہے۔ تاریخ انسانی کے پس منظر اور انسانی فطرت پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے مٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور تمنا نہ کرو اس فضیلت کی جو اللہ نے تم میں سے کسی کو کسی پر عطا کی ہے''۔

''مردوں کے لئے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے ان کی کمائی میں سے۔ اللہ سے اس کا فضل مانگو یقیناً وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے'' (74)۔

6۔ نظامِ محاصل کے لئے حکمتِ عملی

درج بالا محاصل کی موجودہ صورت حال کا اگر جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ پاکستان میں

ریاستی سطح پر صرف زکوٰۃ اکٹھی کی جا رہی ہے جس کا ذریعہ نہ صرف ان اصولوں سے مختلف ہے جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے بلکہ اس میں سارے قابلِ زکوٰۃ اموال بھی شامل نہیں ہوتے۔

موجودہ نظامِ زکوٰۃ موجودہ نظامِ زکوٰۃ کے تحت ماہِ رمضان کی پہلی تاریخ کو بنکوں میں سیونگ اکاؤنٹ میں پڑے ہوئے پیسے سے یک مشت زکوٰۃ کی کٹوتی کر لی جاتی ہے بیشک کسی نے یہ پیسہ ادھار لے کر ماضی قریب میں جمع کرایا گیا ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص نہ کٹوانا چاہے تو بنک کو ایک درخواست دینے سے اس پر عمل ہو جاتا ہے۔ ویسے بھی کئی لوگ کٹوتی سے پہلے اپنے پیسے بنک سے نکلوا لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ کرنٹ اکاؤنٹ اور فارن کرنسی اکاؤنٹ سے زکوٰۃ نہیں کاٹی جاتی اور نہ ہی اُس مال سے جو بنکوں کے لاکروں میں یا لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔ اس طرح کی بے شمار دولت، جس پر زکوٰۃ واجب ہے، گورنمنٹ کی طرف سے کٹوتی سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔

زکوٰۃ کی تقسیم کا نظام بھی کچھ ایسا ہے جس میں صدقات کے لئے مستحقین کی وہ شرائط پوری نہیں کرتا جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ نتیجتاً مجموعی طور پر معاشرے میں زکوٰۃ کے مثبت اثرات نظر نہیں آتے۔

اجتماعی مفاد: ریاست کی مجموعی ملکیت میں جو مال ہو، اسے لوگوں کے اجتماعی مفاد کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا محاصل اکٹھے کرنے کے نظام اور ہر چیز میں نصاب کے حد کے تقرر کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد ایسی حکمتِ عملی وضع کرنے کی ضرورت ہے جس سے واقعی ایک اسلامی فلاحی ریاست کو تشکیل دینے میں مدد مل سکے، ایسی ریاست جس میں ہر شخص کو خوراک، جسم ڈھانپنے کے لئے کپڑے اور سر چھپانے کے لئے چھت میسر ہو اور ہر بچے کو کم از کم اٹھارہ سال کی عمر تک مفت تعلیم ملے جو اس کے لئے لازم ہو اور ہر بیمار کے لئے مفت علاج کی سہولیات میسر ہوں۔

اس مقصد کی تکمیل کے لئے قابلِ زکوٰۃ اموال کی نشاندہی، زکوٰۃ کے نصاب کا تعین، محاصل اکٹھے کرنے کا طریقہ کار اور استعمال کے راستوں کے لئے ایسی شفاف حکمتِ عملی درکار ہے

Marfat.com

جس پر صحیح معنوں میں عمل درآمد ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے موجودہ محصولات کے نظام سے بھی مربوط کرنے کی ضرورت ہے۔ لہٰذا اس کارِ خیر کے لئے معاشیات، اقتصادیات، دین اور دوسرے متعلقہ شعبہ جات سے ماہرین کی خدمات، گہری سوچ اور افہام و تفہیم سے لائحہ عمل تیار کرنے سے کامیابی ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ

"امانتوں کو ان کے اہل داروں کے سپرد کردو اور لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو (83)۔

یہاں ادائے امانت سے مراد تمام معاملات ہیں، خواہ معاملہ پیسہ لینے دینے کا ہو یا تقسیم کا یا اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کا، اس کو انصاف کی ترازو پر تولنے اور دیانت، اہلیت اور قابلیت کا معیار ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم ہے۔ اس حکم کے تحت ناجائز طور پر تجدید یا تقسیمِ دولت، لوٹ کھسوٹ رشوت، ناجائز طریقہ سے دولت یا جائیداد کا ارتکاز اور مال کا غلط استعمال وغیرہ سب حرام ہیں۔ اس کا اطلاق حکومتِ وقت پر ہوتا ہے اور عوام پر بھی۔ اگر یہ اصول اپنا لئے جائیں تو معاشرے سے ہر قسم کی برائی، بے اعتدالی اور ناانصافی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

7۔ اسلامی فلاحی ریاست کے لئے منصوبہ بندی

اسلام میں "قُلِ الْعَفْوَ" کے اصول کے ساتھ زکوٰۃ اور عشر کی فرضیت، انفاق کا تصور اور وراثت کی تقسیم کے لئے احکامِ الٰہی اور اخلاقی بنیادوں پر کسبِ اموال اور صرفِ اموال ایسے تصورات ہیں جو سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں کی نفی کرتے ہیں۔ ان پر عمل کرنے سے انسان کو جائیداد اور مال و متاع پر حقِ ملکیت حاصل ہوتی ہے جو اشتراکیت کی نفی ہے لیکن اس کے ساتھ دولت کے بے جا

ارتکاز کی بھی بیخ کنی ہوتی ہے جو سرمایہ داری کا سدِ باب ہے۔ لہٰذا ایسا اسلامی نظام معیشت طبقاتی کشمکش کے خاتمے کے ساتھ، معاشی توازن کو عدل کے ترازو پر قائم رکھتا ہے جو اجتماعی فلاح کا باعث ہے۔

الختصر یہ کہ موجودہ دور کی ضروریات اور حالات کے پیشِ نظر قُلِ العفو کی حکمت کو سامنے رکھتے ہوئے زکوٰۃ، عشر، صدقات اور انفاق کی وصولی کے لئے ایک جامع منصوبہ بندی درکار ہے۔

قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں
اللہ کرے تجھ کو عطا جدتِ کردار
جو حرف "قُلِ العَفْو" میں پوشیدہ ہے اب تک
اس دور میں شاید وہ حقیقت ہو نمودار

منصوبہ بندی کے ساتھ ایک ایسا نظام تیار کرنے کی بھی ضرورت ہے جس سے بے جا ارتکازِ دولت کی بیخ کنی کے ساتھ، لوگوں کے زائد از ضرورت مال کی تقسیم اجتماعی بہتری کے لئے ممکن ہو سکے۔ اور یہی عدل پر مبنی ایک فلاحی ریاست کے قیام کا تصور ہے جس کے لئے زکوٰۃ، عشر، انفاق سے متعلق مالیاتی پالیسیوں میں قلیل المدت اور طویل المدت منصوبہ بندی درکار ہے۔

انسانی حقوق کے تحفظ کی خاطر کئی ایک ترقی یافتہ ممالک، اقتصادی میدان میں عمدہ منصوبہ بندی اور حکمتِ عملی کے تحت، ہر شہری کی بنیادی ضروریات پورا کرنے کا انتظام کئے ہوئے ہیں۔ اس سے ہر شخص کو کھانے پینے اور سر چھپانے، مفت بنیادی تعلیم اور صحت کی مکمل نگہداشت کے لئے تحفظ حاصل ہے۔ وہاں کسی شخص کو سڑک پر مانگنے کی ضرورت ہے نہ اجازت۔

اس کی ایک مثال کینیڈا کی ریاست ہے جس میں بے شمار قومیں آباد ہیں، دو قومی زبانیں ہیں لیکن پوری قوم یک جان بے شمار قالب ہوتے ہوئے تیزی سے ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہیں۔

Marfat.com

ایسے ممالک میں نقل مکانی کے لئے بے شمار مسلمان خواہش مند ہیں۔ اگرچہ اسلام کا اقتصادی نظام اس نظام سے کہیں بہتر ہے لیکن اس کی عملی شکل مسلم ریاستوں میں نظر نہ آنا لمحۂ فکریہ ہے۔ بہرحال دورِ حاضر میں منصوبہ بندی بھی ایک سائنس بن چکی ہے جسے صحیح خطوط پر تیار کرنے کے لئے دوسری قوموں کے تجربات اور طریقہ کار سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

مسلمانوں کے پاس اتنے وسائل موجود ہیں جن سے اگر صحیح طور پر استفادہ کیا جائے اور دولت کی تقسیم کے لئے عادلانہ اسلامی فلاحی نظام نافذ ہو تو ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ میں تیل اور معدنیات کے دنیا بھر میں سب سے زیادہ ذخائر ہیں۔ اسی طرح بیشتر مسلم ممالک میں زمین کا بڑا رقبہ اور بہت بڑی افرادی قوت بھی موجود ہے۔ ان کو صحیح خطوط پر استعمال کر کے نہ صرف معاشی مسائل کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے بلکہ اس دنیا کو جنت نظیر بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت اور زراعت کو جدید ترین خطوط پر ترقی دینے کے لئے دیانت داری سے کام اور ہر چیز اور خدمات کا اونچا معیار اور محنتِ شاقہ کے لئے ایک جامع منصوبہ بندی اور اس کے ساتھ قابلِ عمل اور موثر حکمتِ عملی درکار ہے۔

انسان کی تقدیر میں وہی کچھ لکھا ہوتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

باب چہارم

اسلام میں حقوقِ نسواں

اسلام میں حقوق نسواں کے متعلق عام طور پر یہ تصور پایا جاتا ہے کہ عورت کو مرد کے مقابلے میں کم تر حقوق حاصل ہیں۔اس حوالے سے کئی ایک تحفظات پائے جاتے ہیں۔بہر حال اگر موجودہ دور کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ حقیقت ہے کہ عملی طور پر اگر چہ مشرق میں کئی ایک جگہ پر عورت کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہے، اسی طرح مغرب میں بھی عورت کی عریانی کی وجہ سے اور کئی اور طریقوں سے اس کا استحصال ہورہا ہے۔

دراصل دور قدیم سے لے کر حضرت محمد ﷺ کی بعثت تک دنیا کے اکثر حصوں میں عورت کو مرد سے کم تر، لونڈی کی طرح محکوم اور قابلِ نفرت سمجھا جاتا تھا۔اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ایسے تمام تصورات کو رد کر کے عورت کو اس کی صنف اور طبعی رجحانات کی روشنی میں شخصی، سماجی، تمدنی اور معاشی حقوق عطا کیے۔

بہر حال یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورت مرد ہے نہ مرد عورت۔لہٰذا ان کو ہر طرح سے برابر سمجھنا ایک غیر عقلی سوچ ہے۔اگر چہ بہت سے حقوق میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں لیکن کئی ایک معاملات ایسے ہیں جن میں عورت کو مرد پر فوقیت اور اسی طرح مرد کو عورت پر فضیلت حاصل ہے۔اسلام ایک دوسرے کے حقوق کی نشاندہی کے ساتھ ان کے فرائض کا بھی تعین کرتا ہے جن کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی دستور کے مطابق ہے جیسا دستور کے مطابق مردوں کا عورتوں پر اور مردوں کے لئے ان پر ایک فضیلت حاصل ہے(84)“۔”وہ ایک

Marfat.com

دوسرے کی پوشاک ہیں (85)۔ ایک دوسرے کے لئے باعثِ تسکین، محبت اور رحمت ہیں (86)۔

اگر چہ ان آیات میں مرد اور عورت کی ہر طرح سے برابری مان لی گئی ہے لیکن مرد کو عورت پر ایک فضیلت کا بھی ذکر ہے۔ اس سے مراد، جیسا کہ عام طور پر ساری دنیا میں دستور رہا ہے، مرد جسمانی طور پر زیادہ طاقتور ہوتا ہے اور اکثر و بیشتر وہی گھر کے اخراجات اور حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس لئے فطری طور پر بھی عورت ایک ایسے مرد سے شادی کرنا چاہتی ہے جو اس کی ہر طرح سے حفاظت کر سکے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اعمال، معاشرے، اور معیشت میں کردار کے حوالے سے عورت اور مرد دونوں کو برابر کے حقوق عطا کرتے ہیں اور کئی ایک دوسرے معاملات میں انکے حقوق کا اپنے اپنے مقام اور حیثیت کے مطابق تحفظ فرماتے ہیں جو درج ذیل تفصیل سے ظاہر ہے۔

1۔ عورتوں اور مردوں میں برابری

اعمال میں برابری: ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ "عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت جو نیک کام کرے گا، بحالیکہ وہ مومن ہو، اللہ اسے پاک زندگی سے زندہ رکھے گا اور اس کے اعمال کا اچھا بدلہ دے گا (87)۔ اسے بہشت میں داخل کرے گا اور اس کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ ہوگی (88)۔ اس کے اعمال ضائع نہیں کرے گا (89)۔ اس کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم ہے (90)۔

"بیشک صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا ان کو ان کے لیے بہترین اجر بڑھا چڑھا کر دیا جائے گا اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں۔ ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہے (91)۔

"یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار

Marfat.com

عورتیں، راست باز مرد اور راست باز عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ کے آگے جھکنے والے مرد اور اللہ کے آگے جھکنے والی عورتیں، صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لیے مغفرت اور اجرِ عظیم رکھا ہے۔ کسی مومن مرد یا کسی مومن عورت کو زیب نہیں دیتا کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی بات کا فیصلہ فرمادیں تو ان کے پاس کسی قسم کا اختیار باقی رہے اور جو کوئی نافرمانی کرتا ہے تو حقیقت میں وہ کھلی گمراہی میں جا گرتا ہے(92)"۔

شرم وحیا کے حوالے سے بھی اللہ تعالیٰ عورتوں اور مردوں کے لیے ایک ہی حکم فرماتا ہے کہ دونوں شرم وحیا کی پاسداری کریں اور ان کے لیے بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

اصلاحِ معاشرہ میں کردار: اصلاحِ معاشرہ میں بھی اللہ تعالیٰ عورت اور مرد دونوں کا کردار ان الفاظ میں واضح کرتا ہے کہ "مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں کہ معروف کا حکم دیتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ اپنی رحمت ضرور نازل فرمائے گا۔ بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ ایسے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ کا ایسی جنتوں کا وعدہ ہے جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں نفیس قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی جو ایک عظیم کامیابی ہے(93)"۔

"پس خوب جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے معافی مانگو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سرگرمیوں سے اور تمہارے ٹھکانوں سے بخوبی واقف ہے(94)۔ جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کاموں کی اذیت دیتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیے تو بیشک انہوں نے کھلے گناہ کا اور بڑے بہتان کا اپنے اوپر بوجھ اٹھایا(95)"۔

اصلاحِ معاشرہ کے لئے ازواجِ مطہراتؓ اور کئی صحابیہؓ کا دوسروں کو تعلیم دینے میں کردار

بہت اہمیت کا حامل ہے۔

• معیشت میں کردار: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تم اس مقام و مرتبے کی خواہش نہ کرو جس کے باعث اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ مردوں نے جو کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور عورتوں نے جو کمایا اس میں ان کا حصہ ہے اور تم اللہ سے اس کا فضل مانگو، بیشک وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے'' (96)۔ معیشت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا ایک تاجرہ کی حیثیت سے کردار اس سلسلے میں اہم دلیل ہے۔

شرم وحیاء کے لئے برابری کا حکم: اللہ تعالیٰ عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر عطا فرماتا ہے۔ اس لئے شرم وحیا کے متعلق بھی اسی نسبت سے اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ ''مومن وہ ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں'' اور حکم دیتا ہے کہ ''مومن مرد اور مومن عورتیں اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔'' مردوں کے بارے میں خاص طور پر ذکر ہے کہ ''یہ طریقہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے جو وہ کرتے ہیں'' (97) ۔گویا اللہ تعالیٰ مردوں کے دلوں کی کیفیت سے خوب واقف ہے کہ کس طرح ان کی نظریں عورتوں کا پیچھا کرتی ہیں اور کیسے کیسے گندے خیالات ان کے دلوں میں گزرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ان احکامات سے صاف ظاہر ہے کہ نظریں نیچی رکھنے کی تخصیص صرف عورت کے لئے نہیں بلکہ خاص طور پر مردوں کو بھی اپنی نظریں نیچی رکھنے اور شرم وحیا کا خیال رکھنے کا حکم ہے۔

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو

Marfat.com

2۔ مرد اور عورت کے فرائض

شوہر کے فرائض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”مرد عورتوں پر قیم ہیں یعنی نظام اور معاملات کو درست چلانے والے، حفاظت و نگرانی کرنے والے اور ضروریات مہیا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی“ (98) لیکن ساتھ ہی تنبیہ بھی فرماتا ہے کہ ”مومنو! تم پر جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ“ (99)۔

بیوی کے فرائض ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ صالح یعنی نیک عورتیں وہ ہیں جو اطاعت شعار ہیں اور مردوں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی نگہبانی کرتی ہیں (100) یعنی مال و آبرو اور حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔

3۔ عورت کیے لئے خصوصی فضیلت اور تحفظ

عورت کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”تیری ماں“۔ اس نے پھر پوچھا۔ فرمایا: ”تیری ماں“۔ اس نے تیسری بار پوچھا۔ فرمایا: ”تیری ماں“۔ اُس کے پھر دریافت کرنے پر فرمایا: ”تیرا باپ“۔ آپ ﷺ نے بیٹی کو رحمت قرار دیا اور بیٹی کی پرورش پر انعام کا وعدہ کیا کہ وہ بندے کے دوزخ میں جانے میں آڑے آئے گی (101)۔

عورت سے حسنِ سلوک : اللہ تعالیٰ عورت سے پیار، محبت اور رحم کی تاکید

فرماتا ہے۔عورتوں سے اچھے انداز میں معاملہ فہمی اور حسنِ سلوک سے پیش آنے کے لیے حکم ہے کہ

''عورتوں سے حُسن سلوک سے پیش آؤ۔اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائی پیدا کردے'' (102)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں اچھے ہیں اور اپنے اہل وعیال سے لطف ومہربانی کا سلوک کرتے ہیں'' (103)۔

مرد کے جبری تسلط سے عورت کی آزادی: عورت کو، اپنے خاوند کے کسی جبر کے بغیر، فیصلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ شادی کے وقت اسے مہر دینے کی شرط عائد کرتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی مختلف آیات میں ہے۔

عورت کا تحفظ: اللہ تعالیٰ بیوہ عورتوں اور خاص طور پر مطلقہ عورتوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے بھی تفصیل سے احکام صادر فرماتا ہے۔اگر عورت حاملہ ہو تو اس کے تحفظ کے لیے خصوصیت سے بیان ہے تاکہ عورت ہر حال میں کسی بھی قسم کے استحصال سے محفوظ رہے (104)۔

تحفظ کی خاطر پردہ: عورتوں کے پردہ کے سلسلہ میں بیان ہے جس کا تعلق اس واقعہ سے ہے جب منافقین مرد، مومن عورتوں کو تنگ کر کے پریشان کرتے تھے۔اس حوالے سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ:

''جو لوگ اذیت دیتے ہیں مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کاموں کا (الزام لگا کر) جو انہوں نے نہیں کیے تو بیشک انہوں نے اپنے اوپر بڑے بہتان کا اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا ہے۔ اے نبی ﷺ! اپنی بیبیوں، بیٹیوں اور اہلِ ایمان عورتوں سے کہیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر کے پلو لٹکا لیا کریں۔یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔اگر منافق باز نہ آئیں تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں روگ ہے اور وہ لوگ مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلاتے ہیں تو ہم ضرور آپ ﷺ کو ان پر مسلط کردیں گے۔پھر وہ

Marfat.com

آپ ﷺ کے پاس مدینہ میں تھوڑی مدت ہی رہ سکیں گے" (105)۔

عورتوں کے پردے کے لئے اللہ تعالیٰ یہ بھی حکم دیتا ہے کہ "وہ اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنی اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں"۔ اس حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ عورتوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنی زینت اپنے قریبی عزیز و اقارب کے سامنے ظاہر کر سکتی ہیں جن کی تفصیل قرآن مجید میں بیان کی گئی ہے" (106)۔ اور فرماتا ہے کہ "بڑی عمر کی عورتوں کے لئے، جو نکاح کی توقع نہیں رکھتیں، اجازت ہے کہ وہ اپنی چادریں بھی اتار لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنی زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں۔ تاہم وہ بھی حیاداری ہی برتیں جو ان کے حق میں اچھا ہے" (107)۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ چادر کے پلو اوپر لٹکانے کا مقصد مومن عورتوں کی دوسروں سے علیٰحدہ پہچان ہے تاکہ وہ بُرے لوگوں کی شیطنت سے بچ سکیں۔ یہ حکم بڑے خوبصورت انداز میں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ "یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے"۔ لہٰذا پردے کی حکمت سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ظاہر ہے کہ یہ عورتوں کو ایسے مردوں کے شر سے بچانے کے لئے ہے جن کا شمار منافقین میں ہوتا ہے۔

موجودہ دور میں مسلمان بہت تکلیف دہ صورتِ حال سے دوچار ہیں جس میں کئی ایک غیر مسلم ممالک میں مسلمان عورتوں کو جنہوں نے پردہ کیا ہوتا ہے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا؛ مثلاً فرانس میں ایک نئے قانون کے تحت حجاب غیر قانونی قرار دیا جا چکا ہے۔ لہٰذا سعودی عرب کے ایک دینی عالم نے اس حکومتی قدم کی مذمت کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ اس ملک میں حجاب ضروری نہیں رہا۔ اس طرح مصر، انگلستان اور کینیڈا کے کئی ایک دینی علماء نے بھی ان معاشروں میں مسلمان عورتوں کے تحفظ کی خاطر اس قسم کے فتوے دیئے ہیں جن کے حوالے انٹرنیٹ سے مل سکتے ہیں۔ اس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی روح کو سمجھتے ہوئے فتوے دیئے ہیں تاکہ "مسلمان عورتیں ستائی نہ جائیں"۔

اللہ تعالیٰ مردوں کو بھی اپنی نظریں نیچی رکھنے اور شرم و حیا کا خیال رکھنے کا حکم دیتا ہے اور

عورتوں کیلئے ایسا با حیا لباس درکار ہے جس سے انکی عصمت کی حفاظت ہو اور جس سے مردوں کی بُری نظریں ان کی طرف خواہ مخواہ نہ کھنچتی چلی آئیں۔ المختصر یہ کہ اللہ اور رسول ﷺ کے ہر حکم میں ایک حکمت ہے جس کو سمجھنے اور اس حکمت کے مطابق عمل کی ضرورت ہے۔

بہر حال مردوں کی اخلاقی تربیت درکار ہے تا کہ ان کے دلوں میں پاکیزگی پیدا ہو اور ان کی نظریں بھی نیچی رہیں اور عورتوں کا تعاقب نہ کرتی رہیں جو اکثر دیکھنے میں آتا ہے۔ دوسری طرف عورتوں کی عریانی جس سے مخالف صنف کے جذبات مشتعل ہوں، ان کی آزادی کی عکاس نہیں ہوتی بلکہ مردوں کی جنسی حس کی تسکین کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں کئی معاشرتی اور اخلاقی بیماریاں جنم لے سکتی ہیں جبکہ ایک با حیا لباس عورت کے صحیح مقام اور قدر و منزلت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

عورتوں پر بے جا پابندیاں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کے تقدس کو قائم رکھنے کے لئے خاص طور پر انہیں گھر کے اندر رہنے کی تلقین اس لئے فرمائی کیونکہ "وہ عام عورتوں کی مانند نہیں" (108)۔ کچھ لوگ اپنی کم فہمی کی بنا پر اس کا اطلاق اپنی گھر والیوں پر کر کے انہیں گھروں میں بند رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ بہر حال قرآن مجید میں نہ کسی حدیث مبارکہ سے کوئی حکم ملتا ہے جس کا مقصد عورتوں کو گھروں میں بند رکھنا مقصود ہو یا جس سے دنیاوی کاموں میں حصہ لینے کی ممانعت ہو۔

آج کل کچھ لوگ اپنی کم فہمی کی وجہ سے عورتوں کو گاڑی چلانے سے بھی روکتے ہیں حالانکہ گاڑی چلانا مواصلات کا ضروری حصہ ہے۔ اگر ایک عورت کار چلا کر اپنے بچوں کو سکول چھوڑنے یا گھر کی ضروریات خریدنے بازار جاتی ہے یا ایک ڈاکٹر یا سکول ٹیچر یا کسی اور فرض کی ادائیگی کے لئے یا اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لیے گاڑی چلا کر جاتی ہے تو یہ ضرورت بن چکی ہے۔ اس لئے عورت کا گاڑی چلانا قابل اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قرآن مجید سے یا احادیث مبارکہ سے ایسا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جس کا مقصد عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں بند کر دینا ہو۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حج، عمرہ اور سعی کے دوران عورت مرد اکٹھے مختلف مناسک ادا کر رہے ہوتے ہیں اور عورتوں

Marfat.com

کے لیے حکم ہے کہ طواف کے دوران اپنا چہرہ کھلا رکھیں۔

آپ ﷺ اور صحابہ کرام کی معیت میں عورتوں نے کئی سفر کئے اور آپ ﷺ کے ساتھ معاشرتی زندگی کی بہتری کے لئے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ یہ بات بھی غور طلب ہے۔

4۔ عورت اور مرد کے خصوصی حقوق

حقوق وراثت: انسانی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ عورت کو ہمیشہ حقوق وراثت سے محروم کیا جاتا رہا۔ آج بھی اسے محروم کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اسلام نے پہلی بار وراثت میں اس کے حقوق کا ایک فرض کے طور پر تعین کیا۔ اولاد میں تقسیمِ وراثت کے لیے اگرچہ لڑکے کی نسبت لڑکی کا حصہ بظاہر کم دکھائی دیتا ہے لیکن اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ جس فرد سے شادی کرتی ہے اس لڑکے کو اپنے والدین سے زیادہ حصہ ملتا ہے کیونکہ عام طور پر مالی کفالت کی ذمہ داری مرد کی ہوتی ہے۔ لہٰذا دونوں کے حصے میں ایک طرح سے برابری ہو جاتی ہے۔ بہر حال اگر کسی کے خصوصی حالات کی وجہ سے ایسا ممکن نہ ہو تو اس کے لئے مناسب وصیت کی جا سکتی ہے (109)۔ بعض اوقات ورثے میں عورت کا حصہ مرد سے زیادہ بھی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو مال ماں باپ اور رشتہ دار ترکہ میں چھوڑ جائیں، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں مردوں کا حصہ ہے اور عورتوں کا بھی۔ یہ حصے مقرر ہوئے ہیں" (110)۔

شادیاں: اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہبی کتاب میں بیویوں کی تعداد مقرر نہیں۔ لہٰذا پہلے لوگ جتنی چاہے بیویاں رکھتے تھے۔ اسلام نے کثرتِ ازدواج کو محدود کیا اور ایک بیوی کا ترجیحاً ذکر کیا۔

اگرچہ اسلام صرف اس صورت میں ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت دیتا ہے، جس کا ذکر خاص طور پر یتیموں کے حوالے سے ہے، جب مرد اُن کے درمیان انصاف کرنے کے قابل ہو (111) اگرچہ یہ کہنے میں آسان ہے لیکن صحیح معنوں میں انصاف کرنا انتہائی مشکل بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے۔ بہر حال اس اجازت میں بھی بڑی حکمت پوشیدہ ہے۔ ایک یہ کہ ایسے ہنگامی حالات، جیسے جنگ وغیرہ، کی

Marfat.com

وجہ سے جہاں عورتوں کے مقابلے میں مردوں کی تعداد کم ہو جاتی ہے وہاں پر عورت کی فطری جذباتی اور جنسی خواہش کو پورا کرنے کا راستہ ملتا ہے۔ دوسری یہ کہ معاشرے میں برائی، جو چوری چھپے ہوتی ہے، پیدا نہیں ہوتی۔

پیسے کے لین دین میں شہادت: صرف پیسے کے لین دین کے سلسلے میں شہادت سے متعلق ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی رکھنے کی ہدایت ہے تا کہ "اگر ایک عورت غلطی کرے تو دوسری یاد دلا دے"۔ پس مقصد ظاہر ہے کیونکہ کبھی کبھی ایک عورت اپنے خصوصی حالات کی وجہ سے شہادت دینے کے قابل نہیں ہو پاتی۔ پیسے کے لین دین کے علاوہ کسی اور معاملے میں ایسی تخصیص نہیں۔

فضیلت کے اعتبار سے عورت اور مرد کا ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا مناسب نہیں۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر ایک درجہ فضیلت بخشی ہے لیکن عورت بھی مرد پر کئی درجے فوقیت رکھتی ہے۔ مرد جسمانی طور پر زیادہ طاقتور ہے اور سختی برداشت کر سکتا ہے لیکن عورت جذباتی طور پر زیادہ مضبوط اور تکلیف سہہ سکتی ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے باہم مردوں کے درمیان اور باہم عورتوں کے درمیان بھی درجات رکھے ہیں۔ لہٰذا عقل مند وہی ہیں جو حقیقتوں کو مان لیتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اس چیز کی آرزو نہ کرو جس چیز کے باعث اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے(112)"۔

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں
شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اُسی درج کا دُرِّ مکنوں

مکالاتِ افلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

باب پنجم

اخلاقیات سے متعلق چند مسائل

مسلمانوں کے کچھ مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر ان اخلاقی قدروں سے ہے جس کی وجہ سے وہ انحطاط کا شکار ہو رہے ہیں۔آج دنیا ترقی کی منازل تیزی سے طے کرتی جا رہی ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں باہمی اتحاد، معاشرے میں نظم وضبط،امن اور ایک دوسرے سے خوش گوار تعلقات کے حوالے سے اچھے اخلاق صاف نظر آتے ہیں۔صاف ستھرا ماحول،تعلیم اور تحقیق وایجادات کے ذریعہ پرسکون معیاری اور صحت مند زندگی گزارنے کی فضا پیدا کرنے کے لئے محنت ہو رہی ہے۔بلاشبہ اس کوشش میں بہت سے مسلمان بھی شامل ہیں جنہیں سلام پیش کیا جاتا ہے لیکن مجموعی طور پر مسلمان ممالک میں ایسے حالات کم نظر آتے ہیں۔

اسلام ایسے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دیتا ہے جس سے انسانوں کے درمیان محبت، بھائی چارے،اخوت اور ہم آہنگی کی فضا پیدا ہو،ایک دوسرے کی جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ ہو اور باہم معاملات میں سچائی، دیانت اور عدل وانصاف کا بول بالا ہو اور دوسروں کے لئے بھلائی کے کام ہوں۔بدقسمتی سے ان فضائل کا اکثر لوگوں میں فقدان پایا جاتا ہے۔انتشار،نفرت،تعصب،بُخل، حسد،ناانصافی،بدعہدی،دروغ گوئی،خیانت،بددیانتی،بدگوئی،غیبت،گندگی،سُستی،کام چوری اور دوسری منکراتِ فطرت سے کئی بار واسطہ پڑتا ہے۔لہٰذا بجائے اخلاقِ حسنہ کے' جن کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے فرمائی' مسلمانوں کے نزدیک صرف ایسے مسائل توجہ طلب ہیں جن کا اپنی یا معاشرے کی بہتری سے کوئی واسطہ نہیں۔ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔بہرحال سب سے پہلے زندگی میں عدل قائم کرنے کی ضرورت ہے جس کا موجودہ دور میں فقدان پایا جاتا ہے۔

1 ۔ عدل واحسان اور معاشرتی احکام

اللہ تعالیٰ انسان کو انفرادی طور پر زندگی کے ہر پہلو میں اور ہر قدم پر اور اجتماعی طور پر پورے معاشرے میں عدل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے لیکن موجودہ دور کا ایک بڑا مسئلہ عدل کا فقدان ہے خواہ معاملہ انسان کی اپنی ذات کا ہو یا دوسروں سے تعلقات ومعاملات کا۔ذاتی زندگی کے نقطۂ نظر سے مجموعی طور پر لوگوں میں انتہا پسندی کا غلبہ ہے۔ایک وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو محدود تصور دے کر جامد کر دیا ہے۔چنانچہ اصل مقصد اور روح سے بیگانہ اس کے صرف ظاہری خدوخال کو دین سمجھتے ہیں جس کا نتیجہ ایک طرف کسمپرسی کی زندگی اور دوسری طرف انتہا پسندی اور تشدد ہے۔دوسرے وہ لوگ ہیں جو دین کو مذہب کا رنگ دے کر دنیا سے بیگانہ ہیں۔ایک وہ ہیں جو دین سے بیگانہ رہنا چاہتے ہیں اور صرف روٹی یا دولت کمانے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔اس کا نتیجہ ذہنی کھچاؤ، بے چینی، پریشانی اور اضطراب ہے جس سے کئی طرح کی جسمانی، ذہنی اور معاشرتی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔لہٰذا موجودہ دور کو اگر روح کا تاریک دور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

قرآن مجید میں عدل وانصاف کے بارے میں مختلف پیرائیوں میں حکم ہے لیکن ایک ایسی آیاتِ مبارکہ، جو قریباً دنیا کے ہر کونے میں جمعہ کی نماز سے قبل خطبہ کے آخر میں پڑھی جاتی ہے، مسلمانوں کو عدل واحسان کرنے کے حکم کی یاددہانی کراتے ہوئے تزکیہ کا راستہ بتاتی ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے ممالک جن کی زبان عربی نہیں ان میں شاید ہی کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو ان کے معنی سمجھتے ہیں! ظاہر ہے اگر معنی کی سمجھ نہیں تو ان کی یاددہانی کیسے ہوگی؟ لہٰذا ان پر عمل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔دراصل خطبے کا معنی خطاب ہے جو جمعہ کے لئے لوگوں کے اجتماع کی روح ہے لیکن چونکہ سارا خطبہ عربی میں ہوتا ہے اس لئے یہ صرف ثواب کی خاطر پڑھا یا سنا جاتا

Marfat.com

ہے، اسطرح اپنا مقصد پورا نہیں کر پاتا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (113)۔

(بیشک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں سے صلہ رحمی کا اور بے حیائی کے کاموں اور منکرات اور ظلم وزیادتی سے بچنے کا۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم سبق حاصل کرو)۔

اگرچہ یہ چند الفاظ ہیں لیکن ایک بڑا جامع حکم ہے جو زندگی میں عدل کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفس کے لئے بھی رہنمائی کرتا ہے۔ اس میں چھ چیزوں کا ذکر ہے۔ عدل، احسان، قرابت داروں سے صلہ رحمی یعنی نیکی کرنا اور فحاشی، منکراتِ فطرت اور ظلم وزیادتی سے اجتناب۔

عدل: یہ ایک بہت ذو معنی اور وسیع تصور کا حامل ہے۔ عدل اور انصاف میں فرق ہے۔ انصاف کے معنی برابری ہے یا قانونی تقاضوں کے مطابق فیصلہ کرنا ہے جب کہ عدل ایسا توازن قائم کرتا ہے جس میں ہر ایک کے حقوق پورے ہوں۔

انفرادی طور پر عدل قائم کرنے کے حکم کی رو سے انسان کے اندر روحِ بخاری اور روحِ علوی کی نسبت جسم اور روح کے حقوق کی عدل کے ساتھ ادائیگی ایک فرض کی حیثیت کی حامل ہے جو فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ جسمانی ضروریات پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے انسان کے بس میں کردیا ہے۔ لہٰذا ان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی اور انسانیت کی اجتماعی ضروریات پورا کرنا عین مشیت الٰہی ہے۔ روح کی احتیاج کے حوالے سے ایمان اور اعمالِ صالح سے پاکیزہ زندگی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے فطری تعلق کی ایفاء، جو ذریعہ اطمینان قلب بھی ہے، انسان کے اندر عدل کا قیام ہے۔ اس کے نتیجہ میں نیکی اور اخلاقِ فاضلہ انسان کی فطرت قرار پاتے ہیں جو اپنی ذات اور پورے معاشرے کے لئے باعثِ امن ہیں۔ معاشرے میں

Marfat.com

عدل کا ایک بڑا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی قابلیت اور محنت کے مطابق صلہ ملے اور کسی کی حق تلفی نہ ہو اور ہر طرف انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔

احسان: حُسنِ سلوک، عفوو درگزر اور دوسروں کو واجب سے زیادہ دینے کا نام احسان ہے۔ عبادات کے حوالے سے یہ عمل اخلاص اور حُسنِ عبادت کا غماض ہے۔ عدل موجب امن ہے جب کہ احسان معاشرے میں خوشگواریاں پیدا کرتا ہے۔ گویا عدل اساس اور احسان اس کا حسن ہے۔ عبادت کے حوالے احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہیں لیکن وہ تو بہر حال تمہیں دیکھ رہا ہے۔

صلہ رحمی: قرابت داروں سے صلہ رحمی، استطاعت کے مطابق حفظ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے عزیز اقارب کی مدد کرنا اور ان کی تکالیف دور کرنا ہے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ والدین کو دوسروں پر فوقیت دیتا ہے پھر بیوی بچے، پھر بہن بھائی، پھر دوسرے قرابت داروں کا حق ہوتا ہے۔

ان تینوں بھلائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے اجتناب کا ذکر فرماتا ہے۔

فحاشی: اس کا مطلب بے حیائی، ناشائستہ حرکتیں اور شرم ناک افعال ہیں۔

منکرات: اس سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جنہیں فطرت ناپسند کرتی ہے؛ مثلاً ناجائز کام، بددیانتی، جھوٹ، ڈاکہ، چوری اور ان میں ہر قسم کی شرعی اور اخلاقی برائیاں شامل ہیں جن سے فطرت انکار کرتی ہے۔

بغی: : اس کے معنی ظلم و زیادتی، فتنہ و فساد اور قتل و غارت اور حد سے بڑھتے ہوئے دوسروں کے حقوق چھین لینا ہے۔

Marfat.com

2۔ اسلامی اخلاقی قدریں

آج ترقی یافتہ ممالک اس لئے ترقی یافتہ ہیں کیوں کہ وہ ان قدروں کی پاسداری کرتے ہیں جن کی تعلیم اسلام نے دی ہے۔ بہرحال اس ترقی سے فائدہ اٹھانے کا حق سب کو حاصل ہے جو انسان کی بہتری کے لئے نہ صرف اہم بلکہ ناگزیر ہے۔ اس حوالے سے جن قدروں کا خصوصیت سے ذکر ضروری ہے اور جنہیں بیشتر مسلمانوں نے بدقسمتی سے چھوڑ دیا ہے ان کا مختصر جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے؛ مثلاً صفائی، محنت اور میرٹ، وقت کی قدر، سچائی، دیانت، ایفائے عہد ہر چیز میں اونچا اور قابلِ اعتبار معیار۔ یہ قدریں وہ اسلامی قدریں ہیں جو ظاہری شکل وصورت میں تبدیلی کے ذریعہ پیدا یا کم نہیں ہوتیں بلکہ ان کا تعلق ذہن اور دل کی کیفیت سے ہے۔ لہٰذا آج مسلمانوں کے لئے ان صفات کا اپنانا اشد ضروری ہے۔ بلاشبہ مغربی تہذیب کے وہ اطوار جو اسلام سے متصادم ہیں؛ مثلاً منکراتِ فطرت یعنی بے حیائی، جوا، شراب نوشی اور دوسری تمام نشہ آور چیزوں کا استعمال وغیرہ، ان سے بچنا بھی لازم ہے۔

مشرق سے ہو بے زار، نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

صفائی وپاکیزگی: اللہ تعالیٰ پاک و صاف رہنے اور توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (114) اور فرماتا ہے کہ "جس نے اپنے آپ کو پاک کیا وہ فلاح پا گیا" اور "ناپاکی سے دور رہو" (115)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "صفائی نصف ایمان ہے" (116) اللہ تعالیٰ اور سول اللہ ﷺ کے احکام کے باوجود کئی ایک مسلم ممالک ہیں جہاں بہت گندگی پائی جاتی ہے۔ بیشتر

Marfat.com

شہروں، قصبوں اور دیہات کی سڑکوں اور گلیوں میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر نظر آتے ہیں۔ نالیاں تعفن سے اٹی ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ کئی مساجد ایسی ہیں جن میں داخل ہونے والے دروازے کے ساتھ غسل خانوں سے پیشاب کی بُو کی سڑاند سے دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ مسجد میں کئی نمازیوں کا لباس بھی میلا اور جسم بودار ہوتے ہیں۔

مساجد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کی جگہ ہیں۔ آپ ﷺ کو وہ شخص انتہائی ناپسند تھا جو مساجد میں گندگی پھیلاتا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ بندہ اس کے حضور بن سنور کر جائے"۔ آپ ﷺ میلے کچیلے رہنے والوں کو بھی سخت ناپسند فرماتے (117)۔

آپ ﷺ مساجد کے علاوہ، مکانات، شہر، عام راستوں اور لوگوں کے بیٹھنے کے مقامات کو پاک وصاف رکھنے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ ایسے تمام مقامات، راستوں، دریا کے گھاٹ، مویشیوں کے پنگھٹ، پھل دار درختوں کے نیچے، حشرات کے بلوں، غسل خانوں اور سایہ دار مقامات پر پیشاب اور پاخانہ کرنے والوں پر آپ ﷺ نے لعنت فرمائی (118)۔ آپ ﷺ فرماتے کہ "اپنے مکانات کو پاک و صاف رکھو اور گھروں کے روبرو خس وخاشاک یعنی کوڑا کرکٹ جمع نہ کرو۔ گھر کے آنگنوں کو بھی صاف ستھرا رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکیزگی پسند کرتا ہے (119)۔

آج کسی ترقی یافتہ ملک میں جائیں تو ہر طرف صفائی نظر آتی ہے خواہ سڑکیں ہوں یا میدان، پبلک ٹرانسپورٹ ہو یا پبلک ٹائلٹس۔ کئی ایک ممالک ایسے بھی ہیں جہاں سڑک پر سگریٹ کا بٹ پھینکنے کی سزا جرمانے کی صورت میں ہے۔ یورپ میں طالب علمی کے زمانے کا ایک واقعہ ہے جب ایک دفعہ دوستوں کے ہمراہ سیر وتفریح کے لیے شہر سے باہر کھیتوں میں کھانا کھانے بیٹھے اور مالٹے کے چھلکے کھیت میں پھینک دیئے۔ انہیں ایک دوسرے ساتھی نے اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھ لیا۔ پوچھنے پر جواب ملا کہ "اس طرح پھینکنے سے ملک گندہ ہوتا ہے۔ اس کی صحیح جگہ گھر کا کچرادان ہے جہاں سے یہ مناسب طریقہ سے اٹھایا جائے گا"۔ ترکی میں ایک اور ایسا ہی تجربہ ہوا جس میں کوک پینے کے بعد خالی بوتل گلی کے ایک کونے میں رکھنے پر موقع پر کھڑا ایک فقیر تنبیہ کرتا ہے کہ اس کی صحیح

جگہ کوڑے کا ڈبہ ہے۔ یہ وہ شعور ہے جو اسلام سکھاتا ہے لیکن اکثر مسلمان اس سے بے خبر ہیں۔

محنت اور میرٹ: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''انسان کو محنت کے ماحول میں پیدا کیا گیا ہے اور یہ کہ سستی نہ کرو اور غم نہ کھاؤ، تم ہی غالب ہو گے''۔(120)۔

پس دینی فرائض کی ادائیگی اور دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے محنت کرنا عین عبادت ہے۔ اس میں رزقِ حلال یعنی پاکیزہ روزی خصوصیت کی حامل ہے جو کمائی کے تمام ذرائع پر محیط ہے۔ چونکہ روزی کمانا انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے اس لئے اس کے حصول کی خاطر انسان اکثر ہر قسم کے جائز و ناجائز طریقے استعمال کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ذریعہ معاش کوئی بھی ہو، کاروبار ہو یا ملازمت، صنعت ہو یا زراعت، ہر ایک میں دیانتداری، محنت اور کام کے معیار کو ملحوظ خاطر رکھنے سے روزی پاکیزہ رہ سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

''جب کوئی شخص اپنا کام خوبی اور مہارت سے انجام دے تو اللہ تعالیٰ اسے پسند فرماتا ہے'' (119)۔

اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ ہر کام میں اونچا معیار اللہ تعالیٰ کی عین منشا ہے خواہ معاملہ اشیاء کا ہو یا خدمات کا لیکن آج کل بیشتر مسلمان اس کی پروانہیں کرتے۔ کسی قوم کی ترقی کا انحصار قابلیت یعنی میرٹ کی بنیاد پر فیصلے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں اس کا بھی عام طور پر فقدان پایا جاتا ہے۔

وقت کی قدر: مسلمانوں کی موجودہ کسمپرسی کی ایک بڑی وجہ وقت کی بے قدری ہے۔ اگر اپنے گرد و نواح کا جائزہ لیا جائے تو لوگ بے مقصد گھومتے پھرتے اور بیٹھے نظر آتے ہیں۔ کچھ لوگ بڑے فخریہ انداز میں اپنے کام کرنے والی جگہ پر زیادہ کام نہ ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور اس طرح وقت کا ضیاع کرتے ہیں۔ دفتروں، دکانوں، سکولوں اور کئی دوسرے قومی اداروں میں حاضری

Marfat.com

اور کام نبٹانے کے لئے وقت کی پروا نہیں کی جاتی۔اگر کوئی رسمی کانفرنس، میٹنگ یا غیر رسمی ملاقات ہو، کھانا ہو یا شادی بیاہ، بیشتر موقعوں پر وقت کی پابندی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔یہ اسلامی معاشرہ کی تصویر نہیں ہوسکتی۔اللہ تعالیٰ وقت کی قسم کھاتا ہے کہ بیشک انسان خسارے میں ہے یعنی جو وقت ضائع کرتا ہے سوائے اس کے جو ایمان لایا اور نیک کام کرتا رہا(121)۔

سچائی، دیانت اور ایفائے عہد: سچائی، دیانت اور ایفائے عہد تینوں تقویٰ کے اہم ترین جزو ہیں۔بدقسمتی سے موجودہ دور میں ایک عام مسلمان، جس کا بہترین لباس تقویٰ ہونا چاہیے، سمجھتا ہے اور کئی بار کھلے عام کہتا ہے کہ جھوٹ اور وعدہ خلافی کے بغیر کام ممکن ہی نہیں۔اس لیے اکثر اوقات لین دین میں جھوٹ، بددیانتی اور وعدہ خلافی سے واسطہ پڑتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

''منافق کی تین نشانیاں ہیں۔جب بات کرے تو جھوٹ بولے جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب اس کو کسی چیز کا امین بنادیا جائے تو خیانت کرے''(122)۔

گویا دیانت داری سے کام نہ کرنا بھی سخت قسم کی خیانت ہے۔دیانت کی ایک دوسرے ملک میں مثال دیکھنے میں آئی جس میں ڈیوٹی کے دوران ایک غیر مسلم شخص کے موبائل کی گھنٹی بجتی ہے جسے وہ بند کردیتا ہے۔پوچھنے پر بتاتا ہے کہ دوست کا فون تھا جس سے ڈیوٹی کے دوران بات کرنا کام میں بددیانتی ہوگی۔

ایفائے عہد: اس کی ایسی ایسی خوبصورت مثالیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ملتی ہیں جن کی نظیر نہیں۔ایک دفعہ آپ ﷺ وعدہ نبھانے کی خاطر تین دن اور تین راتیں اس شخص کا ایک جگہ پر انتظار فرماتے رہے جو ملنے کا وعدہ کر کے خود بھول گیا تھا۔

سنتِ مصطفویٰ ﷺ کی پیروی کی سب سے پہلی شرط وہ خصائل ہیں جن کی وجہ سے آپ ﷺ بعثت سے پہلے بھی پہچانے جاتے تھے یعنی صادق اور امین۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔لہٰذا صحیح معنوں میں سنت مصطفویٰ ﷺ کی پیروی صرف ظاہری شکل

Marfat.com

وصورت میں تبدیلی سے نہیں بلکہ آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کو اپنانے سے ہے۔ان میں خصوصیت کے ساتھ تقوی اور فضائلِ اخلاق شامل ہیں جیسے سچائی، دیانت، ایفائے عہد، انفاق یعنی دوسروں پر خرچ کرنا، عدل وانصاف، حیا، عفت وپاکبازی، اخوت، محبت، خیر خواہی، سخاوت، رحم اور درگزر، صبر، استقلال اور ثابت قدمی وغیرہ۔

سوچ کا انداز: آج کل کئی ایک ممالک میں کچھ تنظیموں، گروہوں اور افراد نے قومی ریاست کے اندر اپنی چھوٹی چھوٹی ریاستیں بنا رکھی ہیں اور ان میں اپنے ہی قانون وضع کیے ہوئے ہیں جو ملکی قوانین سے متصادم ہیں۔ یہ لوگ اسلام کے، اپنی ہی قسم کے، محدود اور جامد تصور کی تعلیم وتربیت دیتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو اس کے مطابق چلنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پاکستان کے کچھ علاقوں میں ایسے لوگ موجودہ دور کی ترقی سے نالاں ہو کر گھروں سے ٹی وی، کمپیوٹر وغیرہ نکال باہر پھینک رہے ہیں اور دوسروں کو بھی ایسا کرنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ دکانیں، جہاں بکتے ہیں انہیں بھی بند کرنے کے درپے ہیں۔ کئی جگہ پر لڑکیوں کے سکولوں کو بند کیا جا رہا ہے تاکہ بچیاں تعلیم حاصل نہ کر سکیں اور کئی جگہ ایسے سکولوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ نیک کام ہیں۔ اس کے لیے تشدد سے بھی گریز نہیں کرتے جس سے تفرقہ اور تنگ نظری کے واقعات روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کی تصویر مسخ ہوتی جا رہی ہے۔

اس سلسلے میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زمانہ اپنی رفتار سے ترقی کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔ انسان تعلیم، تحقیق اور تجربات کے نتیجہ میں زندگی میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیے نئی نئی راہیں نکال رہا ہے۔ یہی ٹی وی، کمپیوٹر وغیرہ اس دور میں تعلیم حاصل کرنے، تبلیغ اسلام اور دنیا کے حالات جاننے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ حتیٰ کہ کمپیوٹر کا نظام آہستہ آہستہ ہر چیز میں داخل ہو رہا ہے۔ کل اسی کی مدد سے انسان خلاؤں کا سفر منٹوں اور سیکنڈوں میں طے کر سکتا ہے لیکن کسی کارآمد چیز کے غلط استعمال کی وجہ سے اسے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

دنیا میں علم، سائنس اور ٹیکنالوجی کا سیلاب تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے جو اس کے ساتھ

Marfat.com

نہیں چلتا وہ اُسے بہا کر لے جائے گا۔ کبوتر کے آنکھیں بند کر لینے یا شتر مرغ کی طرح سر ریت میں چھپا لینے سے حقیقتیں نہیں بدلتیں۔ ایسی صورت میں یہ سیلاب مسلمانوں کو دوبارہ نو آبادیوں کی طرف دھکیلتا جارہا ہے جو پہلے سے مختلف شکل میں ہوں گی۔ یہ ثقافتی تبدیلی میں یلغار کے ساتھ اقتصادی نو آبادیاں بنتی نظر آرہی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جہاں ٹی وی پر بہت اچھے پروگرام آتے ہیں' کئی نامناسب بھی ہوتے ہیں۔ کچھ نوجوان کمپیوٹر سے انٹرنیٹ کے ذریعہ فحش فلمیں بھی دیکھتے ہیں لیکن کیا یہ ٹی وی یا کمپیوٹر ختم کرنے کا جواز ہوسکتا ہے؟ اگرچہ موبائل فون جو ایک بہت کارآمد چیز ہے اور ہر شخص کی ضرورت بن چکا ہے لیکن اس کا غلط استعمال بھی ہو رہا ہے۔ تو کیا اس وجہ سے اسے بھی ختم کر دینا چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ یہ زیادہ پرانی بات نہیں جب لاؤڈ سپیکر ایجاد ہونے کے ساتھ اس پر اذان دینے پر اعتراضات ہوئے لیکن بعد میں سمجھ آئی کہ یہ غلط تھے۔ چاقو کا استعمال، گوشت، پھل اور سبزیاں کاٹنے کے لئے ہوتا ہے لیکن کئی لوگ اس سے قتل کا ارتکاب بھی کرتے ہیں جو چاقو کے وجود ختم کرنے کا جواز ہرگز نہیں۔

موجودہ دور میں کمپیوٹر، موبائل اور ہر چند نئی سے نئی ایجادات نے دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ترقی کے بغیر آج دنیا میں باعزت اور آزادی کے ساتھ زندہ رہنا ممکن نہیں رہا۔ صرف وہ قومیں زندہ رہنے کا حق رکھتی ہیں جو تسخیر کائنات کے ذریعہ دنیا میں اپنا مقام پیدا کرتی ہیں۔

اصل چیز انسان کی صحیح اخلاقی تربیت ہے کہ وہ ہر چیز کا استعمال صحیح طور پر کرے۔ وہ اسلامی قدروں کی روشنی میں تعمیرِ اخلاق ہے تاکہ ضمیر خود فیصلہ کرے کہ برائی سے بچنا ہے اور نیکی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ضمیر صحیح فیصلہ کرنے کے قابل اس وقت ہوتا ہے جب وہ تعمیرِ اخلاق سے بیدار ہو۔

وہی جہاں ہے ترا، جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے

Marfat.com

مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا
وہ مشتِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے

3۔ تعمیرِ اخلاق کے لئے اقدام

وہ لوگ جو اسلام کے صحیح تصور سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے موجودہ دور کی ترقی سے نالاں ہیں یہ ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا انہیں ہمدردی سے سمجھانے کی ضرورت ہے۔ خدانخواستہ یہ ایسے لوگ نہیں ہوں گے جو دوسرں کا آلہ کار بن کر مسلمانوں کو جاہل، پس ماندہ اور غریب رکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں زندگی کے مختلف پہلوؤں کے جدید تصور، جیسے صفائی و پاکیزگی، نظم و ضبط، معیاری بود و باش اور دوسری اخلاقی اقدار سے روشناس کرانے سے ان کے اذہان میں وسعت پیدا ہو سکتی ہے۔

☐ ایک اچھا انسان ہونے کے ناطے ہر شخص کو اپنے اندر ایسا کردار پیدا کرنے کی ضرورت ہے جس سے برائی سرزد ہونے پر وہ خود اپنے آپ کو محاسبے کے لئے پیش کر دے۔ اس کی مثال وہ عورت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بار بار حاضر ہوتی ہے تاکہ اسے گناہ میں مرتکب ہونے کی سزا دی جائے۔ جب تک اسے سزا نہیں مل جاتی وہ واپس بھیجے جانے کے بعد پھر حاضر ہو جاتی ہے۔

اخلاق کے بارے میں علم ہونا ایک بات ہے لیکن اسے زندگی کا حصہ بنا لینا دوسری بات۔ اکثر لوگ جانتے ہیں کہ فضائلِ اخلاق کیا ہیں لیکن وہ ان کی فطرت کا حصہ نہیں بنتے۔ سب جانتے ہیں کہ دیانتداری اعلیٰ قدروں میں شامل ہے اور بددیانتی کی دنیاوی قانون کے تحت اور اللہ کے قانون کے مطابق بھی سزا ہے۔ رشوت دینے اور لینے والا دونوں دوزخی ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ لہٰذا ضرورت انسان کے اندر ذہنی انقلاب لانے کی ہے جس سے فضائل اس کی روح کی پکار بن جائیں اور رزائل سے اسے نفرت ہونے لگے۔ ایسا شخص جو جانتا ہے کہ برائی کیا ہے لیکن پھر بھی اسے اپناتا ہے اس شخص سے بہتر نہیں ہو سکتا جو ویسے ان پڑھ ہے لیکن فضائلِ اخلاق اس کی فطرت کا حصہ ہیں۔

Marfat.com

انسان اور سوسائٹی کا ایک دوسرے پر اثر: ایک شخص اگر سوسائٹی پر اثر انداز ہوتا ہے تو سوسائٹی بھی اس پر اور اس کے عزیز و اقارب پر اثر انداز ہوتی ہے یعنی یہ دو رویہ معاملہ ہے۔ جب یہ احساس پیدا ہو جائے کہ میرا اثر سوسائٹی پر ہو رہا ہے اور سوسائٹی میرے عزیز و اقارب اور میری نسل پر اثر انداز ہو رہی ہے تو ظاہر ہے ہر شخص اپنے اور سوسائٹی دونوں میں مثبت تبدیلی لانے کی کوشش کرے گا۔ بہرحال سب سے پہلے اپنے اندر تبدیلی لانے کے لئے کوشش درکار ہے کیونکہ جیسا کہ علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

تعمیر شخصیت میں ذہن کا کردار: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت عمدہ مگر پیچیدہ شخصیت پر تخلیق فرمایا ہے۔ انسان کو ایک جسم عطا ہوا ہے جس میں ایک دماغ ہے جو سوچتا ہے۔ ایک ذہن ہے جو فیصلہ کرتا ہے۔ ایک دل ہے جو جذبات کا گھر ہے۔ ایک انا ہے جو متکبر ہے اور ایک خودی ہے جو انسان کی ذات کی پہچان ہے۔ پھر اس کا ایک شعور ہے جو دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ ایک تحت الشعور ہے جو ہر چیز کا ریکارڈ رکھتا ہے اور ایک شعورِ بالا ہے جو پوری کائنات پر محیط ہے۔ انسانی شخصیت کی تعمیر کے حوالے سے تحت الشعور خصوصیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں جو بات داخل کر دی جائے انسان شعوری طور پر اس پر بلا چون و چراں عمل کرتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک اچھے خیال کا بیج اس کے اندر صحیح طور پر بویا جائے تو وہ ضرور پودا بنتا، پھلتا اور پھولتا ہے۔ یہ بیج شعور کے ذریعہ ڈالا جاتا ہے۔ ہر بیج سے پودا پھوٹنے اور اس کی نشوونما کیلئے جس طرح خاص موسم اور حالات درکار ہیں اسی طرح خیالات کو بھی صحیح طور پر اثر انداز ہونے کے لئے مناسب وقت اور طریقہ کار درکار ہے۔

Marfat.com

تحت الشعور کبھی نہیں سوتا۔ تجربہ کے طور پر رات سونے سے پہلے اپنا نام لے کر ذرا اونچی آواز میں اپنے آپ کو حکم دیں کہ مجھے صبح فلاں وقت جگا دینا۔ آپ دیکھیں گے کہ عین اسی وقت بیدار ہو گئے۔ اگر سونے سے فوراً پہلے جو خیالات اس میں بوئے جائیں وہ پودا بن کر پھل دیتے ہیں۔ دعا بھی دراصل اپنے تحت الشعور کے ذریعہ شعور بالا کو بات پہنچاتی ہے۔

ہماری دعائیں اثر کیوں نہیں رکھتیں؟ کیونکہ زبان تو ہلتی ہے لیکن دل اس کا ساتھ نہیں دے رہا ہوتا۔ لہٰذا اگر اپنے اندر تبدیلی درکار ہے تو اس کے لئے خلوص اور خشوع و خضوع سے سچی خواہش اور دعا کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نمازوں میں خشوع و خضوع کا حکم فرماتا ہے تا کہ جو بات نماز میں کہی جائے وہ شعور سے تحت الشعور کا حصہ بن کر حقیقت کا روپ دھار لے۔ لہٰذا تعمیر اخلاق کے لئے انفرادی تبدیلی کا یہ ایک مؤثر راستہ ہے۔ قومی سطح پر بھی ایسی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے جس سے مسلمانوں میں وہ اخلاق حسنہ پیدا ہوں جن کی تکمیل کے لئے رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

4۔ تعمیر اخلاق کے لئے منصوبہ بندی

حسنِ خلق ایک مومن کی بنیادی صفت ہے۔ لہٰذا تعمیرِ اخلاق کے لئے کوشش دراصل ایمان کو مختلف سطح پر لوگوں کے دلوں میں اتارنے کی کوشش ہے۔ اگر موجودہ صورتِ حال کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ بچوں، نوجوانوں اور بڑوں سب کی تعمیر اخلاق کے لئے مختلف سطح پر منصوبہ بندی اور

حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

قائدینِ علاقہ کا کردار: اصلاحِ اخلاق کے لئے ہر علاقے کے قائدین کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ایسے حضرات لوگوں میں احساس پیدا کر سکتے ہیں کہ اصلاح اخلاق کے لئے واقعی ایک مثبت تبدیلی کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس کے لئے مناسب منصوبہ بندی کی جا سکے۔ لہٰذا سب سے پہلے موجودہ حالات کا جائزہ اور اخلاقیات سے متعلق مسائل کی نشاندہی اور ان میں ترجیحات کا تعین ہونا اہم اقدام ہیں۔ اس کے لئے درجِ ذیل اقدام درکار ہیں:

1۔ عمل درآمد کرنے والوں کا انتخاب، کام کرنے کی شرائط اور تحفظات کی نشاندہی۔

2۔ مطلوبہ وسائل کا تخمینہ اور ان کے حصول کے ذرائع اور طریقہ کار۔

3۔ ممکنہ مشکلات کی نشاندہی اور ان سے نبٹنے کا طریقہ کار۔

4۔ محاسبے کا پروگرام اور غلطیوں، کمزوریوں اور ناکامیوں کے سدباب کے راستے۔

شرائط کارگردگی: تعمیر اخلاق کے لئے کام کرنے والوں کے لئے شرائط کارکردگی کا تعین کرنا بھی ضروری ہے تاکہ ہر قسم کی مشکلات پر قابو پایا جا سکے؛ مثلاً

1۔ ہر کام مشاورت سے طے پانا اور تنقید برائے تعمیر کی حوصلہ افزائی ہو۔

2۔ نرمی اور دانائی سے احترام اور وقار کے ساتھ خوشخبری کے انداز میں دعوت دینا۔

3۔ اور مسلکوں سے بالاتر ہر کر منفی سوچ پر براہ راست حملہ کی بجائے صبر و تحمل، نظم و ضبط اور استقلال سے منزل کی طرف پیہم قدم اُٹھانا۔

4۔ سب سے خلوص، محبت، بھائی چارہ اور امداد باہمی کا برتاؤ کرنا۔

5۔ قیادتِ افکار و نظریات، اربابِ اثر و اقتدار کی اعانت اور ذہین طبقہ، نوجوان نسل، طالب علم اور خواتین کو ان کاوشوں میں خصوصیت کے ساتھ شامل کرنا۔

6۔ ہر قسم کے ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خواہش دل میں رکھنا۔

Marfat.com

5۔ عصر حاضر کے تقاضے

آج مسلمان دنیاوی طور پر اور اخلاقی اور روحانی نقطۂ نظر سے بھی ایک تاریک دور سے گزر رہے ہیں۔ یہ کُل دنیا کی آبادی کا قریباً پانچواں حصہ ہیں اور ستاون ممالک میں ان کی اکثریت ہے۔ ان کے پاس دنیا کی کل توانائی کا ستر فیصد ہے اور دنیا کے تمام خام مال کا چالیس فیصد۔ بدقسمتی سے سیاسی سطح پر، اقتصادی طور پر اور نہ ہی اخلاقی قدروں کی پاس داری میں انہیں دنیا میں کوئی خاص مقام حاصل ہے۔ تعلیم، سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت سب میں دوسروں سے بہت پیچھے ہیں۔

موجودہ دور کی بڑھتی ہوئی آبادی کے نتیجہ میں ہر میدان میں پیچیدگیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور ان کے حل کے لئے انسانی ذہن کی کاوش کے نتیجہ میں دنیا میں انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہر شعبہ زندگی، ہر مضمون ایک تخصیص یعنی سپیشلٹی بن چکا ہے اور پیچیدہ معاملات کے حل کے لئے جدید سوچ کے ذریعہ راہیں تلاش کی جا رہی ہیں۔ دورِ حاضر میں تلوار سے لڑائی ممکن ہے نہ سادہ جمع تفریق سے اقتصادی مسائل کا حل۔ نظم و ضبط، انتظامیہ حتیٰ کہ کھیل بھی اپنی تکنیکی پیچیدگیوں کی وجہ سے سائنس اور آرٹ بن چکے ہیں۔ صحت کے میدان میں جسم کے اندر ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کے لئے انسان نئی تخلیقی راہوں پر گامزن ہے اور علم کے میدان میں وہ کہکشاؤں میں داخل ہو رہا ہے۔

اس کے برعکس کئی مسلمان ممالک اپنے ایک شہر میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتے کہ عید کا روز کون سا ہوگا۔ آج دنیا انٹرنیٹ اور موبائل کے ذریعہ ایک گاؤں بن چکی ہے۔ کمپیوٹر ایسی ایسی تبدیلیاں لا رہا ہے جو کبھی وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔ حتیٰ کہ اگر آج ایک مادی چیز کو فضا میں تحلیل کر کے کسی دوسرے مقام پر پہنچانا ممکن ہو چکا ہے تو کل زندگی بھی ایسے سفر آنکھ جھپکتے طے کر سکتی ہے۔ لوگوں کو انصاف دینے کے لئے نئے نئے طریقے اور بنیادی ضرورتیں پورا کرنے کے لئے فلاحی نظام یعنی سوشل سسٹم رائج ہیں۔

ایسے حالات میں مسلمان کا کیا مقام ہے؟ کیا وہ ایک فرسودہ اور جامد سوچ کے ساتھ مقابلے

کی اس دوڑ میں دوسری قوموں کے شانہ بشانہ چل سکے گا؟ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ ایک بہت بڑا المیہ ہوگا۔ فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، عراق، افغانستان کی مثالیں سامنے ہیں جو جہازوں اور میزائلوں کا مقابلہ ڈنڈوں غلیلوں، پتھروں اور زیادہ سے زیادہ بندوقوں اور دھماکوں سے کر رہے ہیں اور مارے جا رہے ہیں۔

لہٰذا یہ وقت نیند سے بیدار ہونے کا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ان عنایات سے فائدہ اٹھانے کا ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کردار میں بلندی، اسلامی قدروں کی پاسداری اور اللہ سے لگاؤ پیدا ہوگا اور علم، محنت، غور و فکر اور تحقیق و تخلیق کو اپنایا جائے۔ نعرے بازیوں کا وقت اب ختم ہو چکا ہے اور ایک انقلابی سوچ، جامع منصوبہ بندی اور اس پر پیہم عمل کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے خصوصیت سے نوجوانوں کی توجہ درکار ہے۔ جو اسلام کی روح کو دلوں میں اتار کر اس دنیا کو جنت کو نمونہ بنا سکتے ہیں۔

جوانوں کو مری آہِ سحر دے
پھر ان شاہیں بچوں کو بال و پر دے
خدایا آرزو میری یہی ہے
میرا نورِ بصیرت عام کر دے

6۔ تسخیر کائنات سے استفادہ

قرآن مجید زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتے ہوئے انسان کے لئے صحیح راہیں متعین کرتا ہے۔ ایک طرف روحانی تعلق کی طرف روشنی ہے تو دوسری طرف مادی زندگی کی طرف رہنمائی۔ نیابت الٰہی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اور اس مادی زندگی کی بہتری کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

Marfat.com

''جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اس میں ان کے لئے نشانیاں ہیں''۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں (123)۔

پھر، کن کن کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی:

اور رات اور دن اور سورج اور چاند کو اُس کے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا اور ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں''۔ ''اور تمہارے بس میں دریاؤں کو کر دیا اُس سے موتی نکالو جسے تم پہنتے ہو''۔ اور ''روئے زمین پر بہت سی چیزیں تمہارے فائدے کے لئے پیدا کی ہیں جن کے مختلف رنگ ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور کرتے ہیں''۔ ''کیا تم غور نہیں کرتے کہ زمین میں جو کچھ ہے اس کو تمہارے لئے مسخر کر دیا'' (124)۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ان عنایات کے پیش نظر سب پر فرض عائد ہوتا ہے کہ غور و فکر اور تعقل و تدبر سے قدرت کے اصولوں کو سمجھیں اور تحقیق و تخلیق سے اپنی اور انسانیت کی بہتری کے لئے فائدے حاصل کریں۔

فطرت کو خرد کے روبرو کر — تسخیر مقامِ رنگ و بو کر
بے ذوق اگرچہ نہیں فطرت — جو اس سے نہ ہو سکا وہ تو کر

Marfat.com

باب ششم

مذہبی اختلافات کی بناء پر مسائل

1۔ دین میں مفاہمت اور اختلافی پہلو

موجودہ دور میں مسلمان باہم گروہی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی بنا پر تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ اگر چہ ان میں اختلافات دین کے بنیادی تصور اور ارکان پر نہیں پائے جاتے لیکن وجہ ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق انسان کی تعمیرِ اخلاق سے ہے نہ معاشرے کی بہتر تشکیل سے ۔افسوس یہ ہے کہ ایسے اختلافات ہی تفرقہ، انتشار اور دہشت گردی کا باعث بن رہے ہیں۔ ان میں زیادہ تر کا تعلق فروعات سے ہے۔ اگر چہ یورپ کے تاریک دَور میں بھی ایسے ہی مذہبی اختلافات پائے جاتے تھے لیکن جب انہوں نے ان سے بالاتر ہو کر سوچنا شروع کیا تو اتحاد، ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔

دین میں مفاہمت: سب مسلمان اس پر متفق ہیں کہ دین اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسا لائحہ عمل دینا ہے جس سے نہ صرف انسان اپنے اندر اللہ کی پہچان کے ساتھ ذاتی طور پر اپنی زندگی کے اس مقصد کی تکمیل کر سکے جس کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کا نائب مقرر ہوا ہے بلکہ اس سے ایک خوبصورت اور ہم آہنگ معاشرہ بھی تشکیل پائے۔ اس پر بھی سب مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے اسلام کے بنیادی ارکان، فرائض کی حیثیت رکھتے ہیں اور معروفاتِ فطرت اپنانا عین قرآن وسنت کی پیروی ہے۔ اس پر بھی سب متفق ہیں کہ منکراتِ فطرت بُرے اعمال ہیں، اس لئے ان سے بچنے کا حکم ہے۔ اگر چہ ان سب پر مسلمانوں کا پوری طرح سے اتفاق ہے لیکن عملی طور پر اس کی تصویر معاشرے میں نظر نہ آنا ایک لمحہ فکریہ ہے۔

وجہ اختلاف : جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ مسلمانوں میں تفرقہ کی وجہ وہ فروعات ہیں جن کا تعلق انسان کی شخصیت کی صحیح تعمیر یا معاشرہ کی خوبصورت تشکیل سے دُور کا بھی نہیں ہوتا۔ نماز باجماعت سے پہلے اذان دینے پر سب متفق ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وقت اذان کیسے دی جاتی تھی لیکن آج اذان کے الفاظ پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ نماز کے اس بارے میں کسی کو اختلاف نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو اور سیدھے راستے پر چلنے کی دعا ہے، انسان کے اندر پاکیزگی، انکساری، باہم مساوات، اتحاد، تنظیم، وقت کی پابندی اور برائی سے بچنے کی تربیت ہے لیکن وجہ اختلاف اس کی ادائیگی کی ظاہری شکل پر ہے کہ نماز کے قیام کے دوران ہاتھ کہاں اور کیسے رکھنے ہیں یا کچھ الفاظ کی ادائیگی اونچی آواز سے ہونی چاہیے یا نہیں یا نماز کے دوران کیا پڑھنا چاہیے۔ اگرچہ بہت سے لوگ پابندی کے ساتھ پانچ وقت نماز بھی ادا نہیں کرپاتے لیکن ایسی ہی فروعات کی بنا پر گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔

سب لوگ دل سے مانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین سب کے لئے معتبر ہیں لیکن اختلاف ان کے درجات کی بنا پر پایا جاتا ہے۔ اس بات پر بھی سب کا ایمان ہے کہ صدیقین، شہداء اور صالحین اللہ کے دوست یعنی ولی ہیں لیکن ولی اللہ کے ساتھ تعلق کی نسبت وجہ اختلاف ہے۔ اس بات پر بھی مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ دنیا سے رخصت ہوجانے والوں کے لئے دعا کرنا سنتِ مصطفوی ﷺ ہے لیکن اس کی ظاہری صورت پر اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس طرح پردہ کے بارے میں سب متفق ہیں کہ ایسا لباس ہو جس سے مخالف صنف کے جذبات مشتعل نہ ہوں لیکن اختلاف اس پر پایا جاتا ہے کہ جسم کا کون سا حصہ، کیسے اور کتنا ڈھانپا جائے۔ پس مجموعی صورت حال یہ ہے کہ وجہ اختلاف دین کے مقصد اور بنیادی ارکان کی روح سے بے نیاز مسلکوں کی بنا پر ان کے ظاہری خدوخال ہیں۔

گویا اصولی باتوں پر سب متفق ہیں لیکن فروعات، جو اکثر مبالغہ کی بنا پر ہیں، وجہ اختلاف بن چکی ہیں۔ ایسے اختلافات کی بناء پر ایک دوسرے کے ایمان کو غلط کہا جاتا ہے اور صرف اپنی سوچ

Marfat.com

کے ایمان کو دوسروں پر مسلط کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔اس کے لئے کئی بار تشدد کو بھی ہاتھ میں لیا جاتا ہے۔کچھ صدیاں پہلے عیسائیوں کا تاریک دور بھی ایسی ہی فروعات کی وجہ سے تھا۔

ان اختلافات کی وجہ وہ تعلیم اور تربیت ہے جو نوجوانوں اور عام لوگوں کو مختلف اداروں اور ذریعہ ابلاغ سے مختلف مسلکوں کی بنا پر ملتی ہے اور جو تفرقہ کا موجب بنتے ہیں۔اس میں مسالک کی بنا پر بنی ہوئی مساجد اور مدرسے اور جلسوں میں علماء اکرام بہت بڑا کردار ادا کر رہے ہیں۔مسلمانوں کی موجودہ انتشار کی جو افسوس ناک صورت حال ہے علامہ اقبالؒ کے زمانے میں کچھ مختلف نہ تھی۔لہٰذا اس پر وہ یوں دکھ کا اظہار کرتے ہیں۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی ، دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں ' اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

تفرقہ اور انتشار کے مختلف پہلو: آج مسلمانوں میں تفرقہ اور انتشار سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں۔اگرچہ اس کی سیاسی وجوہات بھی ہیں لیکن ایک بڑی وجہ دین میں فرقوں کی بنا پر سخت قسم کے اختلافات ہیں۔اگرچہ فرقے کا تصور کوئی نئی بات نہیں لیکن اس بنا پر تفرقہ اور انتشار یقیناً ایک پریشان کن مسئلہ ہے۔ان کے کچھ پیروکار مسلکی بنیادوں پر اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے کو

Marfat.com

سخت تنقید بلکہ کئی بار تشدد کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ المیہ یہ ہے کہ ان میں سے کچھ انتہا پسند دوسرے فرقے والوں پر کفر اور شرک کا الزام بھی لگا دیتے ہیں۔ عبادت گاہوں اور علماء پر حملے کیے جاتے ہیں جس سے اب تک بے شمار قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔ مسلک کی بناء پر علیٰحدہ علیٰحدہ مساجد بنا رکھی ہیں جن میں کئی بار دوسرے مسلک کے لوگوں کو نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے لیکن سبھی اپنے آپ کو راہ راست پر خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے سے منع کرے (125)۔

مسلمانوں میں یگانگت پیدا کرنے، مساجد کا تقدس قائم کرنے اور انہیں جائے امن بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذات سے منسوب فرماتا ہے اور انہیں اللہ کی مساجد کہہ کر بیان فرماتا ہے (126) اور حکم دیتا ہے کہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقوی پر ہو اس قابل ہے کہ اس میں جایا جائے لیکن ایسی مسجد جس کی بنیاد ایک کھوکھلے گرنے والے کنارے پر رکھی ہو۔۔۔۔ اور جو دلوں میں شک ڈالے اس میں جانے سے منع فرماتا ہے (127)۔ اللہ تعالیٰ کعبہ کو بھی اپنے گھر سے معنون فرماتا ہے کہ ''وہ جو مکہ میں بابرکت اور موجب ہدایت انسانوں کے لئے (وحدت کا) پہلا گھر ہے''۔ ''وہ جائے امن ہے'' (128)۔ کعبہ کو اپنی طرف منسوب کرنے کا مقصد بھی اس کی حرمت کو قائم کرنا ہے تاکہ لوگ اسے ہر طرح سے امن کی جگہ بنائیں، ایسا امن جس سے دلوں کو تسلی اور معاشرے میں ہم آہنگی کی فضا پیدا ہو۔

رسول اللہ ﷺ ساری انسانیت کے لئے معبوث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تمام ایمان والوں کو ایک امت قرار دیتا ہے اور سب کو بھائی بھائی بناتا ہے جبکہ سرکشی کی وجہ سے تفرقہ اور انتشار اس تصور کی نفی ہے۔

Marfat.com

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ سجدے میں گریں لوحِ جبیں تازہ کریں

تفرقہ کی بنا پر خون: یہ کتنے دُکھ کا مقام ہے کہ نفرت، تفرقہ اور باہم گروہی اختلافات کی بنا پر مسلمان ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔ بیسویں صدی عیسوی کی، روایتی ہتھیاروں کی، سب سے لمبی آٹھ سالہ عراق، ایران جنگ میں تقریباً آٹھ لاکھ، نائجیریا کی خانہ جنگی میں تقریباً پانچ لاکھ اور الجیریا میں نوے کی دہائی کے شروع میں تقریباً دو لاکھ مسلمان مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔ روسی حملے سے پہلے افغانستان میں مسلمانوں کی آپس میں بیس سالہ لڑائیوں میں تقریباً پانچ لاکھ لوگ مارے گئے۔ سوڈان کے علاقے دارفر میں عرب مسلمان اور غیر عرب مسلمانوں کے درمیان لڑائی جاری ہے جہاں اب تک چار لاکھ سے زائد لوگ مارے جا چکے ہیں۔ عراق پر امریکی حملہ کے بعد چار برس کے عرصہ میں فرقہ وارانہ انتشار کی وجہ سے ایک اندازے کے مطابق پانچ لاکھ سے زیادہ لوگ مارے جا چکے ہیں۔ پاکستان میں آپس میں فسادات میں مرنے والوں کی تعداد پاکستان ہندوستان کے درمیان لڑائیوں میں شہید ہونے والوں سے زیادہ ہے۔ اس طرح آج تک دنیا میں اتنے مسلمانوں کا خون دوسرے مذاہب کے لوگوں نے نہیں کیا جتنا خود مسلمانوں نے مسلمانوں کا کیا ہے(129)۔

2۔ تفرقہ سے بچنے کے احکام

تفرقہ سے بچنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ بڑے واضح احکام فرماتا ہے کہ:

Marfat.com

☆ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے اس طرح ڈرو جس طرح ڈرنے کا حق ہے۔ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو اور ان جیسا نہ ہو جانا جنہوں نے آپس میں تفرقہ کیا اور اس کے بعد کہ ان کے پاس روشن نشانیاں آچکیں انہوں نے اختلاف کیا اور پھٹ گئے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے(130)۔

☆ اس کی طرف رجوع کرتے ہوئے (دین پر قائم رہو اور) اس سے ڈرتے رہو اور نماز قائم کرو۔ اور تم مشرکوں سے نہ ہو جاؤ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی پر خوش ہے(131)۔

☆ "جن لوگوں نے اپنے دین میں راستے نکالے اور کئی کئی فرقے ہو گئے، ان سے تم کو کچھ کام نہیں۔ ان کا کام اللہ کے سپرد ہے پھر جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو بتائے گا"(132)۔

☆ "بلا شبہ تمہارا پروردگار ان میں، جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے، قیامت کے روز فیصلہ کر دے"(133)۔

بے جا قتل اور خودکشی کی مذمت: اسلام میں انسانی جان کی حفاظت ہر چیز پر مقدم ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بے جا قتل کی نہ صرف سختی سے ممانعت فرمائی ہے بلکہ اس کی شدید مذمت کی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

☆ "جس نے کسی ایک کو، بغیر اس کے کہ وہ قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلاتا ہو، قتل کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کیا"(134)۔

☆ "جو کوئی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے اور اللہ نے اس پر عذاب کیا اور اس پر لعنت کی"(135)۔

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ مسلمان کو گالی دینا بے دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے۔ اگر آسمان و زمین والے سب کے سب کسی مومن کے قتل کرنے میں شریک ہوں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دے گا(136)۔

☆ خودکشی کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو(137)۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا(138)۔

3۔ جہاد کے غلط تصور کی بنا پر انتشار اور دہشت گردی:

اسلام میں جہاد کے تصور کی غلط توجیہات کی بنا پر آئے دن خودکش حملے اور تشدد کے واقعات سے نہ صرف ناحق معصوم جانیں ضائع ہو رہی ہیں بلکہ دنیا بھر میں اسلام کے بارے غلط تاثر پیدا ہو رہا ہے۔

اسلام میں جہاد کا تصور بہت وسعت کا حامل ہے۔ اس سے مراد ہر قسم کی شدید جدوجہد ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر، اپنی اور دوسروں کی بہتری کے لیے کی جائے۔ یہ بہتری فلاح ہے اور فلاح کا راستہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظریۂ حیات ہے۔ لہٰذا اپنے نفس کو بیماریوں سے پاک کرنا، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق زندگی کی راہیں تعین کرنا، علم کا ابلاغ، غربت کا تدارک، اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی کوشش اور اس سے تعلق استوار کرنے کے لیے جہدِ مسلسل حتیٰ کہ رزقِ حلال کے لیے جدوجہد، یہ سب اللہ کی راہ میں جہاد کی مختلف شکلیں ہیں۔ ان کے علاوہ آزادیٔ دین، انسانی جان کا تحفظ اور بقاء اور قیامِ امن کے راستے کی رکاوٹوں کا ہٹانا بھی جہاد کی حیثیت سے فرض ہیں جس کے لیے کبھی کبھی جنگ ضرورت بن جاتی ہے۔ دراصل دنیا کا کوئی معاشرہ یا ملک و قوم ایسی جنگ سے منکر

Marfat.com

نہیں ہوسکتا بلکہ اس کے لیے متواتر تیار ہوتی رہتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایسے تمام غزوات ملکی قیادت اور ریاستی حکمتِ عملی کے تحت لڑے گئے اور یہی طریقہ کار تمام مہذب اقوام اپناتی ہیں۔

ماضی میں جنگ کے طریقے بڑے وحشیانہ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے قواعد وضوابط دیئے اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے آداب جنگ سکھائیں جن سے کسی کے جان ومال کا ناحق نقصان نہ ہو۔

مسلمانوں کی یہ بدقسمتی ہے کہ موجودہ دور میں ایک خاص طبقے اور سوچ کے چندلوگ جہاد کے غلط تصور کی بنا پر غیر مسلم یا ان سے کسی طرح تعلق رکھنے والوں کو مارنے یا اپنی سوچ کی شریعت کے نفاذ کے لیے زبردستی کرنے اور اس کے لیے قتل وخون سے بھی گریز کرنے کو جہاد سے تعبیر کررہے ہیں۔خودکش حملے بھی اسی سوچ کا نتیجہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ارشادات سے نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے حیاتِ طیبہ کے واقعات سے کوئی ایسی شہادت ملتی ہے جس سے اس طرح ناحق جانیں لینے کی طرف اشارہ بھی ہو۔اس کے برعکس جیسا کہ اوپر حوالہ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ناحق قتل کرنے والوں کو دوزخی قرار دیتا ہے اور ان پر لعنت بھیجتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے خودکشی کرنے والے کو بھی دوزخی قرار دیا۔

بہر حال اگر سوچا جائے تو کوئی شخص اپنی جان تلف کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے آپ کو ایسا کرنے کے لیے حق بجانب نہ سمجھے۔لہٰذا ایسی سوچ کو صحیح راہوں پر لانے کے لئے اسلام میں جہاد کے صحیح تصور کے ابلاغ کی سخت ضرورت ہے۔اس کے لئے حکومتِ وقت،علمائے کرام، تعلیمی ادارے، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور دوسرے ذرائع ابلاغ بہت مثبت اور موثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔

قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کی حقیقت پانے کے لیے اس کا تعارف سلسلہ امن کی تحریر بعنوان 'روحِ اسلام اور امن' میں دیا گیا ہے۔

Marfat.com

4۔ تفرقہ کے ممکنہ حل

اوپر بیان کردہ گھمبیر صورتحال سے نکلنے کے لئے مختلف النوع اقدام اٹھانے کی ضرورت ہے۔ اگر انتہا پسندی، انتشار اور خودکش حملوں کے ان عوامل کا جائزہ لیا جائے جو ان کے پیچھے کارفرما ہیں تو معلوم ہوگا کہ بنیادی طور پر ان کا تعلق جہالت، غربت اور دین اور جہاد کی غلط توجیہات سے ہے۔

جو لوگ غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کی تعلیم اور پرورش کا خرچ برداشت کرنے کے قابل نہیں ہوتے وہ اُن دینی مدرسوں کا سہارا لیتے ہیں جہاں مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ مفت رہائش اور کھانے پینے کی سہولیات میسر ہوتی ہیں۔ اگرچہ ایسے بہت اچھے اچھے ادارے ہیں جو بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جو انتہا پسندی کی تربیت دیتے ہیں اور بچوں اور نوجوانوں کے ناپختہ اذہان کو ورغلانے میں اس حد تک کامیاب ہوجاتے ہیں کہ وہ اپنی جان دینے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا جب تک لوگوں کا عام معیارِ زندگی بلند نہیں ہوتا اور معیاری تعلیم کے مواقع نہیں ملتے اس مسئلے کا حل بہت مشکل نظر آتا ہے۔ اس کے لئے حکومت اور عوام دونوں کی مشترکہ کوشش درکار ہیں۔ حکومت کو حالات میں تبدیلی کے لئے جامع حکمت عملی تیار کرنا ہوگی اور عوام میں مخیر حضرات کو اس نیک کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہوگا۔ اس کے لئے ملک میں صنعتی اور زرعی ترقی کے ساتھ ساتھ افرادی قوت کی ترقی اور اسلامی عادلانہ نظام معیشت کی طرف خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ " انہوں نے آپس میں اپنے دین کو متفرق کرکے ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور جو کچھ جس فرقے کے پاس ہے وہ اس سے خوش ہے "(139)۔

Marfat.com

(i) احکام دین کی روح کا ادراک

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایمان بغیر عقل و شعور کے اندھا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ غور و فکر اور تعقل و تدبر کی بار بار دعوت دیتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم کیوں غور نہیں کرتے؟ لہٰذا آج یہ سوچنا ہے کہ دین مسلمانوں سے کیا توقع رکھتا ہے؟ کیا اس کا مطلب بنیادی ارکان کی ادائیگی کے طریقہ کار میں اختلافات یا دوسرے چھوٹے چھوٹے مسائل کی موشگافیوں کی بنا پر اس کے اصل مقصد کو قربان کرنا ہے؟ یعنی اصل مسائل کی بجائے کیا غیر مسائل کو اہمیت دینا ہے؟ اگر ایسا نہیں تو دین کے اصل مقصد یعنی روح کو سامنے رکھتے ہوئے ایسا راستہ نکالنا ہوگا جس سے موجودہ کشمکش کی صورت حال سے چھٹکارا مل سکے۔

اگر چہ مختلف فرقوں کے ماہرین اس بات کا شعور اور دل میں درد بھی رکھتے ہیں لیکن صرف ان کے مل بیٹھنے کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے تا کہ مستقبل کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل تیار ہو سکے جو دین کی روح کو لوگوں کے ذہنوں میں جاگزیں کر دے۔

بد قسمتی سے کئی ایک مسلمانوں میں دین صرف اپنی ظاہری شکل و صورت اور لباس میں تبدیلی اور ارکان دین کی ظاہری ادائیگی، جو عام طور بغیر اس کے معنی اور مقصد کی سمجھ کے ہوتی ہے، سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات درج ذیل مثالوں اور ان کے بارے میں شروع میں بیان کی گئی تفصیل سے واضح ہے۔

ظاہر و باطن: آج کل عام مسلمانوں کے نزدیک دین کی نسبت سب سے بڑا مسئلہ انسان کی ظاہری شکل و صورت میں تبدیلی لانا ہے۔ مردوں کے لئے ڈاڑھی، ٹوپی اور کچھ لوگوں کے نزدیک ٹخنوں سے اوپر پائنچے رکھنا اور عورتوں کو گھر کی چار دیواری میں بند کرنا اور انہیں تعلیم سے محروم کر دینا اسلام کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ سڑکوں پر انتشار، توڑ پھوڑ، خودکش حملے اور لوگوں میں خلفشار تشدد اور بد اخلاقی کا رجحان اور مسلکوں کی بنا پر ایک دوسرے کو برا کہنا، جو کئی بار دیکھنے میں آتا ہے اسلامی معاشرہ کی تصویر نہیں۔

Marfat.com

لباس کا تعلق ہر علاقے کی ثقافت سے ہوتا ہے۔ اگر چہ مردوں کے لیے سر ڈھانپنے کے بارے میں قرآنِ مجید یا حدیثِ مبارکہ سے کوئی حکم نہیں ملتا لیکن مشرقی روایات کے مطابق یہ اس کی ثقافت کا قابلِ قدر حصہ ہے؛ مثلاً مسلمان اور سکھ دونوں روایتی طور پر سر ڈھانپتے ہیں۔ کئی بار کسی بزرگ ہستی کی تعظیم کے لیے بھی سر ڈھانپا جاتا ہے اور یوں وہ اس علاقے کی ثقافت کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس مغربی تہذیب کے مطابق کسی بڑی شخصیت کے سامنے سر ننگا کر لینا اس کی عزت افزائی ہے۔ کئی ایک ممالک میں سخت دھوپ یا سخت سردی سے بچاؤ کے لیے سر ڈھانپا جاتا ہے جیسے مشرقِ وسطیٰ اور شمالی نصف کرہ کے ممالک ہیں۔ فوجی بھی ٹوپی پہنتے ہیں کیونکہ ان کا بھی ہر قسم کے سخت موسم سے واسطہ پڑتا ہے۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ عمرہ و حج کے دوران حکماً سر ننگا رکھا جاتا ہے۔

ڈاڑھی کے بارے میں ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی فطرت سے مونچھوں کا لینا یعنی کٹوانا اور ڈاڑھی کا بڑھانا ہے کیونکہ مجوسی لوگ اپنی مونچھوں کو بڑھاتے اور ڈاڑھی کٹواتے ہیں (134)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کا ایک بڑا مقصد اس وقت کے مجوسیوں یعنی آتش پرستوں سے مشابہت میں امتیاز پیدا کرنا تھا۔ دراصل رسول اللہ ﷺ کی ہر بات میں حکمت پوشیدہ ہے جسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تکبر کی نفی: مسلمانوں کا ایک طبقہ آدمیوں کے لباس کو ٹخنوں سے اونچا رکھنے پر مُصر ہے۔ اس سے متعلق رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں جو تکبر کے اظہار کے لئے اپنے کپڑے زمین پر گھسیٹتے ہیں“۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی کہ ”جو کپڑے میں اپنی کمر کے گرد باندھتا ہوں خواہ کتنی کوشش کروں وہ بھی زمین پر گھسٹتے ہیں“۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ”آپ ان میں نہیں ہیں جو تکبر کی بنا پر ایسا کرتے ہیں“۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جس شخص کے دل میں تکبر کا شائبہ بھی ہوگا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا“ (140)۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ”اگر چہ کوئی اچھے کپڑے اور اچھے جوتے پسند کرتا ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ خود خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی پسند کرتا ہے۔ اس کا تکبر سے کوئی

تعلق نہیں۔ متکبر وہ ہے جو سچائی کا منکر ہو اور دوسروں کو اپنے سے کم تر سمجھے" (141)۔

اس حدیثِ مبارکہ سے ظاہر ہے کہ اصل مقصد تکبر کی نفی ہے۔

اسی موضوع پر اور احادیث بھی نقل ہے جس میں ٹخنوں سے اوپر رکھنے کے مقصد کی وضاحت موجود نہیں۔ دراصل ایک ہی موضوع پر احادیث میں مختلف روایات کی بنا پر کچھ فرق پایا جانا عین ممکن ہے لیکن آپ ﷺ کے ارشادات کی حکمت میں اگر غور کیا جائے تو یہ فرق قابلِ اعتنا نہیں رہتا۔ آپ ﷺ کا ہر ارشاد بڑا پُر حکمت اور با مقصد ہوتا ہے جیسا کہ اوپر دی گئی حدیث مبارکہ سے واضح ہے جو تکبر کی نفی ہے۔ اگر ایک شخص اپنے پائنچے تو ٹخنوں سے اوپر رکھتا ہے لیکن جو لوگ ایسا نہیں کرتے انہیں اپنے سے کم تر سمجھتا ہے تو ظاہر ہے وہ متکبر ہے۔ بہر حال ان احادیث کی رُو سے اگر کوئی شخص لباس کو ٹخنوں سے اوپر رکھتا ہے تو یہ احسن قدم ہے لیکن اس کیلئے دوسروں کو مجبور کرنا اور ایسا نہ کرتے ہوں انہیں اپنے سے کمتر سمجھنا تکبر کے زمرے میں آتا ہے۔

اس سلسلے میں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیا میں کئی ایسے علاقے ہیں جہاں درجہ حرارت منفی پچاس درجے تک بھی چلا جاتا ہے۔ لہذا گھروں سے باہر نکلتے وقت لوگوں کو اپنی ٹانگوں کو پاؤں تک اچھی طرح سے ڈھانپنا پڑتا ہے اور اپنے کپڑوں کو صرف ٹخنوں کے اوپر تک رکھنا ممکن ہی نہیں۔ اسلام دینِ فطرت اور دنیا کے ہر علاقے میں قابلِ عمل ہے بشرطیکہ اس کی روح کو سمجھ کر عمل کیا جائے۔ لہذا لباس کے بارے میں بھی آپ ﷺ کے ارشادِ مبارک کے مقصد کو پا کر اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

اس میں شک نہیں کہ باریش ہونا اور سر ڈھانپنا اگر رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں ہے تو نہایت احسن اور قابلِ احترام قدم ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ خاص طور پر ایسے حضرات کے لئے اپنے اندر وہ صفات، کردار اور اخلاق بھی پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا مظہر ہوں۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ عملی طور پر ایسے لوگوں کے ساتھ جب ان کی اس خوبصورت ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے اس لئے تعلقات پیدا کئے جاتے ہیں یا کوئی کاروباری معاملات طے

Marfat.com

کیئے جاتے ہیں کہ وہ ایک دیانت دار اور اچھا انسان ہے تو کئی بار سخت مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس لئے آج ایک عام مسلمان کے بارے میں غلط تصور پیدا ہو چکا ہے۔لہٰذا یہ صورت حال اس بات کی متقاضی ہے کہ کردار و افعال میں بھی آپ ﷺ کی اس طرح پیروی کی جائے جو آپ ﷺ کی صحیح معنوں میں محبت کی غماز ہو۔

بہر حال ہر شخص کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ظاہری طور پر وہ کیسی شکل و صورت بنائے اور حیا کی پاسداری کرتے ہوئے کیسا لباس پہنے لیکن اگر یہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا غماز ہے تو اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔اس صورت میں دوبارہ کہنے کی ضرورت پیش آ رہی ہے کہ اس کے لئے آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا اپنانا بھی اشد ضروری ہے۔وہ صادق اور امین ہو یعنی نہ جھوٹ بولتا ہو اور نہ ہی لین دین، کاروبار اور میل جول میں خیانت کرنے والا ہو۔وہ وعدوں کی پابندی کرتا ہو اور بد عہد نہ ہو۔وہ اخوت، رواداری، حسنِ خلق اور شرافت کی تصویر بن کر لوگوں سے بداخلاقی سے پیش آنے والا نہ ہو۔اس کا ظاہر و باطن ایک ہو تا کہ لوگ اس کے خوبصورت ظاہر سے دھوکہ نہ کھائیں جیسا کہ عام طور پر پاکستان میں ہوتا ہے۔

تقویٰ کا لباس: اللہ تعالیٰ اولادِ آدمؑ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

”ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور زینت دے لیکن تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے“(143)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

”اللہ تعالیٰ ظاہری بناوٹ کو نہیں بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے“(144)۔

لہٰذا اصل بات انسان کے لیے وہ کردار پیدا کرنا ہے جس سے ایک اچھا انسان بن کر اللہ تعالیٰ کی نیابت کا حق ادا کرے۔اسلام ایک قوت آفرین اور ایسا عالم گیر دین ہے جو قیامت تک ہر ملک اور معاشرہ کے لیے اور جغرافیائی اور طبعی حالات میں نہ صرف قابلِ قبول بلکہ قابلِ عمل ہے۔اسے انسان کی ظاہری شکل و صورت اور لباس کی کسی پابندی کے ذریعہ محدود اور جامد نہیں کیا جا سکتا۔اصل بات اس کی روح، حیا، تقدس اور تقویٰ کا اپنانا ہے۔

Marfat.com

رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

محبت سے اطاعت: دراصل دین کا بڑا مقصد ایک طرف دوسروں کے لئے اخوت کے جذبات ابھارنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی ہے اور دوسری طرف اللہ کی پہچان ہے۔ اس مقصد کی تکمیل صرف ظاہری شکل وصورت میں تبدیلی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے سے اور اس کی اور اس کے حبیب پاک ﷺ کی محبت اور محبت سے اطاعت سے ہی ممکن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ساری کائنات میں نہیں سماتا لیکن ایک مومن کے دل میں سما جاتا ہے۔

سلطان باہوؒ ایک بہت بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں، فرماتے ہیں۔

نہ میں سُنّی نہ میں شیعہ
دُوہاں توں دل سڑیا ھُو
مُک گئے سب خشکی پینڈے
دریا وحدت وڑیا ھُو

وحدت دے دریا اندر
عاشق لیندے تاری ھُو
مارن ٹبیاں، کڈن موتی
آپو اپنی واری ھُو

Marfat.com

دل دریا سمندروں ڈونگے
کون دلاں دیاں جانے ھُو
وِچے بیڑے وِچے جھیڑے
وِ چے ونجھ مہانے ھُو

چوداں طبق دل دے اندر
تمبو و انگن تانے ھُو
جو دل دا محرم ہووے باھُو
سو اوہی رب پچھانے ھُو

پس دین کی روح کا تعلق دلوں کی پاکیزگی اور اس کے جذبوں سے ہے۔ لہٰذا اس کا صحیح ادراک پیدا کرنے سے بہت سے مسائل سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔

(ii) توبہ

غلطی کر لینا انسانی کمزوری ہے لیکن اسے مان کر اس کا ازالہ کرنا اور آئندہ کے لیے سبق حاصل کرنا انسان کی عظمت ہے۔ لہٰذا آج ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرنے اور غلطیوں کا ازالہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کا راستہ توبہ ہے اور دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنا ہے۔ توبہ کا مقصد ندامت کے احساس کے ساتھ صحیح راستے کی طرف ایسا پلٹنا ہے کہ دوبارہ بُرائی کی طرف رجوع نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ پس وہ فرماتا ہے ”جس نے توبہ کی اور ایمان لے آیا اور اچھے عمل کیے اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی برائیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت معاف فرمانے والا اور رحم

کرنے والا ہے۔اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو وہ بیشک اللہ کی طرف پلٹ آیا جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے"۔"اور جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تو اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے" (145)۔

نہ کہیں جہاں میں اماں، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

لہٰذا جو شخص توبہ کرنے کے بعد ایمان محکم کے ساتھ اعمال صالح کرتے ہوئے ارکانِ دین کی صحیح معنوں میں ادائیگی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم کر کے دوستی کر لیتا ہے اور ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "جو لوگ ایمان لائے اور اچھی طرح سے اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیا تو ایسے لوگوں کو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور انہیں اپنے تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھائے گا" (146)۔گویا اللہ کی راہ میں استقلال سے کوشش ہی کامیابی کی دلیل ہے اور "اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی کوشش کا پورا پورا بدلہ دیتا ہے" (147)۔

(iii) رواداری

رسول اللہ ﷺ نے مذہبی رواداری کے لئے ایسے اصول وضع فرمائے اور ایسی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جن کی روشنی میں مسلم ریاست میں ہر مذہب کا پیروکار اپنے عقیدہ پر قائم رہتے ہوئے امن اور سلامتی کی زندگی بسر کر سکتا تھا۔یہ ہر مسلمان کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔

انسانوں کے درمیان اختلاف کا ہونا ایک فطری عمل ہے۔لہٰذا معاشرے میں ہم آہنگی کے لئے رواداری اور باہم مصالحت کی ضرورت ہوتی ہے۔جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آج مسلمانوں میں دین کے حوالے سے بنیادی مسائل نہیں بلکہ فروعی مسائل زیرِ بحث ہیں۔لہٰذا دین کے کسی معاملے میں اگر کسی بھی طریقہ کار کا جواز کسی حدیثِ مبارکہ یا خلفائے راشدین کی زندگیوں سے ملتا ہے تو اس کی وجہ سے آپس

Marfat.com

میں تفرقہ مناسب نہیں اور نہ ہی کسی قسم کا انتشار اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ ایسے معاملات میں حکمت وتدبر، ہمدردی وخیر خواہی اور نرم لب ولہجہ سے باہم تبادلہ خیال ہوسکتا ہے۔

اگر بنیادی اصولوں پر اتفاق ہو تو کسی معاملے کی تفصیلات میں اختلافات کا پایا جانا ایسے ہے جیسے ایک باغیچے میں طرح طرح کے پھول لگے ہوں جو اس کی خوبصورتی ہے۔ اگر یہی پھول کانٹے بن جائیں اور پودے کی حیثیت کو خراب کر دیں تو باغیچہ ایک خوفناک جنگل بن جاتا ہے۔ آج یہی حال دین کا ہے۔ اگر ایمان کا پودا اپنی صحیح شکل میں قائم ہے لیکن خیالات میں تھوڑا بہت اختلاف پھولوں کی شکل میں پایا جاتا ہے تو یہ خوبصورتی کا موجب ہے۔

اختلافِ رائے وحدتِ اسلامی کے منافی ہے نہ انسان اسے مٹا سکتا ہے۔ دراصل ہر غور وفکر کرنے والا انسان اپنی رائے قائم کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہر حال ایسے معاملات کو آپس میں بصیرت اور افہام وتفہیم کے ذریعہ حل کرنا ہی ایک مومن کا شیوہ ہے۔

اصل بات دین کی آفاقیت یعنی عالمگیر روح کو قائم رکھنا ہے جس کا مقصد ایک اچھا انسان بنانا اور خوش کن معاشرہ کی تشکیل اور اللہ تعالیٰ سے فطری تعلق کی ایفاء ہے۔ اس لئے اگر آج مسلمان کے ایمان کی نہج مضبوط ہے اور وہ باہم جذبہ اخوت کے تحت سمجھوتہ کرتے ہوئے دین کی روح کی تکمیل کے لئے کوشش کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تفرقہ کی آگ ٹھنڈی نہ ہو اور یہ دنیا مسلمان کی جنت نہ بن جائے۔

رواداری کے حوالے سے رہنمائی اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ملتی ہے کہ "اگر مشرک ہتھیار پھینک کر پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سنے اور پھر حفاظت کے ساتھ اسے اس کے امن کی جگہ پر پہنچا دو۔ یہ بات اس لئے ضروری ہوئی کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے" (148)۔

رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ رواداری کا نمونہ ہے جس میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جو اس طرف رہنمائی کرتے ہیں؛ مثلاً میثاق مدینہ مذہبی رواداری کی اساس ہے۔ پھر فتح مکہ کا واقعہ ہے

Marfat.com

جسے انسانیت کی عظیم فتح مانا جاتا ہے۔ اس میں آپ ﷺ نے کفار مکہ کو، جو آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ان گنت ناقابل برداشت ظلم ڈھاتے رہے، معاف فرما کر آزاد فرما دیا۔ یہ انسانی تاریخ میں صلح و آشتی کی بے نظیر مثالیں ہیں۔

مسلمانوں کی موجودہ انتشار اور تفرقہ کی صورت حال اور ان کی تنگ نظری دیکھ کر مغرب میں کلیش آف سیویلائزیشنز (Clash of Civilizations) یعنی، تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نظریہ نے مغرب کے پالیسی ساز اذہان کو بہت متاثر کیا ہے۔ اس سے امن کی فضا، جو سرد جنگ کے اختتام پر نظر آ رہی تھی، بُری طرح متاثر ہوئی ہے۔ تہذیبوں کے ٹکراؤ کا تصور ایک مغربی ذہن کی پیداوار ہے جس کے مطابق اسلام کے پیروکار ایک ایسی تہذیب کے مالک ہیں جو ترقی یافتہ ممالک کی تہذیب سے متصادم ہے جو ایک غلط نظریہ ہے۔ اس تحریک کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے؟ اس کا تجزیہ ان قوموں کے سیاسی اور اقتصادی مقاصد کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال آج ضرورت مسلم اور غیر مسلم تہذیبوں کے ٹکراؤ کی بجائے میٹنگ آف سیویلائزیشنز (Meeting of Civilizations) یعنی تہذیبوں کے اتصال کی ہے کیونکہ تہذیبوں کی جنگ ایک غیر فطری عمل ہے۔ وہ تہذیب جس میں انسان مہذب نہ ہو وہ تہذیب نہیں کہلا سکتی۔ لہٰذا تہذیبوں کے ٹکراؤ کا مفروضہ بنیادی طور پر غلط ہے جو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال ہو رہا ہے۔

اسلام اچھی قدروں کا دین ہے۔ وہ اچھی قدریں جو ترقی یافتہ ممالک میں پائی جاتی ہیں جیسے سچائی، محنت، دیانت، امانت، میرٹ اور عدل و انصاف کو، مسلمان نہ صرف عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ انہیں اپنانا باعث فخر سمجھتا ہے کیونکہ حقیقت میں یہ اسلامی قدریں ہیں۔ اسلام اُن قدروں کو مسترد کرتا ہے جن کو ہر سلیم القلب انسان اور بنیادی طور پر ہر مذہب بُرا سمجھتا ہے جیسے حرام کاری، بے حیائی، شراب اور نشہ آور چیزوں کا استعمال، غیر فطری اختلاط، استحصال وغیرہ۔ لہٰذا تہذیبوں کے اتصال کے تصور کے تحت ایک دوسرے کے خیالات اور عقائد کو سمجھنے کے لئے عالمی سطح پر اسلامی امہ کانفرنس (OIC) کو اور ملکی سطح پر ہر ریاست کو حکمت عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ رواداری کے

Marfat.com

جذبہ کے تحت عقیدوں پر مبنی باہم بات چیت سے ایک دوسرے کے خیالات کو سمجھنے کی کوشش کو interfaith dialogue کا نام دیا جاتا ہے جس کی موجودہ دور میں شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔

آج موقع ہے کہ مسلمان اسلام کی صحیح تصویر نہ صرف الفاظ میں بلکہ عملی نمونہ بن کر معاشرتی تبدیلی کے ساتھ پیش کریں تاکہ ثابت ہو جائے کہ اسلام واقعی روشنی کی طرف لے جانے والا عالمگیر اور قابلِ عمل دین ہے جو ساری انسانیت کی وحدت کے ساتھ امن اور سلامتی کا پیغام اور نظریہ حیات ہے۔

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

(iv) اتحاد

توحید اسلام کی روح ہے۔ تمام انسانوں کا نفس واحدہ سے پیدا ہونا اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت ساری انسانیت کے لئے ہونا سب لوگوں کا ایک امت ہونے کا ثبوت ہے۔ اسلام کے بنیادی رکن نماز کی باجماعت ادائیگی کا تصور بھی ہر قسم کے تفرقہ کی نفی کرتے ہوئے سب مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرتا ہے۔ نماز باجماعت کی ادائیگی، پانچ وقت محلہ کی سطح پر، جمعہ کے روز اس سے بڑی سطح پر، عیدین کی نمازیں پورے گاؤں، قصبے یا شہر کی سطح پر اور حج کے موقع پر میدانِ عرفات میں تمام ملتِ اسلامیہ کی سطح پر مسلمانوں کو اکٹھا کر کے متحد اور منظم کرنے کی تربیت ہے۔ ان نمازوں میں قیادت کی ایک آواز پر سب لوگ اٹھتے، بیٹھتے، رکوع و سجود کرتے، اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھتے اور سنتے اور باہمی اخوت اور خیر خواہی کے جذبے کے تحت سب کی بھلائی کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ اگر نماز کی اس روح کی سمجھ کے ساتھ عمل ہو تو مسلمان متحد ہو کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں۔

Marfat.com

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے مِلت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

5۔ اتحاد سے متعلق ارشاداتِ باری تعالیٰ:

☆ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرادو اور تم اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے متقی ہے۔بے شک اللہ بہت علم والا خوب باخبر ہے(149)۔

☆ سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ کرو اور ان لوگوں کی مانند نہ ہو، جو اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیلیں آ چکیں، کئی فرقے ہو گئے اور آپس میں اختلاف کیا اور وہی لوگ ہیں جن کے لیے بہت بڑا عذاب ہے(150)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

☆ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے مانند مکان کے ہے۔یہ کہہ کر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کر کے بتلایا کہ سارے مسلمان اس طرح ملے اور جڑے ہوتے ہیں(151)۔

☆ تم مومنوں کو آپس میں رحم کرنے، محبت رکھنے اور مہربانی کرنے میں ایسا پاؤ گے جیسا کہ بدن ہے۔جب بدن کا کوئی عضو ہے تو سارے بدن کے اعضاء اس کے دکھ میں شریک ہو جاتے ہیں اور بیداری اور بخار میں سارا جسم شریک رہتا ہے(151)۔

Marfat.com

یہی مقصود فطرت ہے ، یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری ، محبت کی فراوانی

بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی ، نہ افغانی

یہ قدرت کا اصول ہے کہ جن قوموں کے اندر اتحاد ہوتا ہے صرف وہی ترقی کی راہ پر چلتی ہیں اور اپنے عمدہ اخلاق اور کردار کی وجہ سے آخرت بھی سنوار لیتی ہیں۔ مسلمان جب تک متحد تھے، دنیا میں عروج پر تھے۔ جب ان میں اختلافات نے شدت اختیار کی تو زوال پذیر ہو گئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نصیحت فرماتا ہے کہ

''اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں تنازعات میں نہ پڑ جاؤ ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور معرکہ کارزار میں ثابت قدم رہو۔ بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (152)۔

میثاقِ مدینہ: رسول اللہ ﷺ نے اتحاد کی لازوال مثال میثاق مدینہ کے تحت قائم فرمائی جس کے مطابق ہر مذہب، قبیلہ اور نسل کے لوگوں کو اکٹھا کر کے دنیا کو اتحاد کا پہلا تحریری دستور دیا۔

مسلمانوں کے مقابلے میں دنیا کے بہت سے دوسرے لوگ ملکوں کی سطح پر متحد ہو رہے ہیں اور سلامتی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ اتحاد دراصل اسی اتحاد کی روح ہے جس کی تعلیم اسلام دیتا ہے۔ دورِ حاضر میں اس کی ایک مثال یورپی یونین (EU) ہے جو ایک بڑی طاقت اور مضبوط اور

Marfat.com

خوشحال معاشرہ بن کر ابھر رہے ہیں۔ان میں سرحدیں باقی رہی ہیں نہ اقتصادی، معاشی یا معاشرتی پابندیاں۔اس طرح براعظم امریکہ میں NEFTA اور مشرق میں SEARO کی تشکیل ہے جو آپس میں تعلقات بڑھا رہے ہیں۔

یورپی یونین، یورپ کے ان ممالک کا اتحاد ہے جو صدیوں سے آپس میں برسرپیکار تھے۔ پچھلی صدی میں انسانی تاریخ کی سب سے بڑی دو جنگیں انہی کے درمیان لڑی گئیں لیکن جب انہوں نے سوچا کہ اتحاد اور امن ہی ترقی کا راستہ ہے تو سب سے پہلے آپس میں اقتصادی تعاون کی راہ ہموار کی۔ پھر ایک دوسرے سے ملنے کے لئے سرحدی پابندیاں ختم کیں، واحد کرنسی کا اجراء کیا اور بہت سے شعبوں میں تعلقات مضبوط کئے۔

آج دنیا کی ستاون مسلم ریاستوں میں سے کوئی بھی آپس میں ایسا اتحاد قائم نہیں کر سکی جیسا کہ یورپی یونین ہے۔اکثر مسلم ممالک کے اندرونی حالات دگرگوں ہیں جن میں تفرقہ کی جڑیں پھیل چکی ہیں۔آج مسلمان اس لئے بھی پریشان ہیں کہ اپنی کمزوریوں کی بنا پر اور اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے دوسروں کے ہاتھوں ان کا استحصال ہو رہا ہے۔اس میں قصور مسلمانوں کا اپنا ہے جو دنیا میں مقابلے کی دوڑ میں اپنی کمزوری، سستی اور نااہلی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے ہیں۔دوسروں کو اس کا ذمہ دار ٹھہرانا بجا نہیں۔اگر اپنا محاسبہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اکثر لوگ محنت سے جی چراتے ہیں، دیانت مشکل سے نظر آتی ہے، معاشرے میں عدل و انصاف قریباً ناپید ہے اور چیزوں اور خدمات میں معیار کا فقدان ہے۔ لہٰذا ان کا استحصال اس کا قدرتی نتیجہ ہے۔

بعض مسلمان اپنے اختلافات اور محرومیوں کا اظہار غلط انداز سے کر رہے ہیں جن میں بدقسمتی سے نفرت، ذاتی اور قومی املاک کی توڑ پھوڑ اور سب سے زیادہ پریشان کن تشدد کے واقعات اور خاص طور پر خودکش حملے شامل ہیں۔ان سے بے شمار بے گناہ جانیں ناحق ضائع ہو رہی ہیں۔اسلام کسی بھی طرح ایسے تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔اس لئے آج وقت کی سب سے بڑی ضرورت مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنا ہے۔قیامِ امن کیلئے فروعی مسائل سے بالاتر ہو کر آپس میں بھائی بھائی

Marfat.com

کے جذبے کے تحت وحدت پیدا کرنی ہے۔ آج فیصلہ کرنا ہے کہ باہمی رنجشیں ختم کرنی ہیں اور اپنی ترقی کے لئے محنت اور دیانتداری کے ساتھ متحد ہو کر اپنی علمی، اخلاقی، اقتصادی اور روحانی حالت بدلنے کے لئے جہاد کرنا ہے۔ اسلام کی روح نہ صرف مسلمانوں کو متحد کرتی ہے بلکہ تمام نوع انسانی کو اپنی طرف دعوت دے کر عالمی اتحاد اور یکجہتی کی طرف لاتی ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

6۔ متفرق سفارشات

1۔ قومی سطح پر مختلف مکاتبِ فکر سے باشعور ماہرین پر مشتمل ایک گروپ تشکیل دیا جائے جو باہم افہام و تفہیم کے ذریعہ وحدت کے نظریہ کے تحت دین کے صحیح تصور اور متفقہ اجزاء کو یکجا کر کے ان کی حکمت اور روح کو اجاگر کرے اور خاص طور پر اخلاقی قدروں پر زور دے۔

2۔ دین کے متفقہ اجزا کو ایک کتاب کی شکل میں لاکھوں کی تعداد میں پرنٹ کرا کے سارے ملک میں تقسیم کیا جائے۔ ملکی سطح پر تعلیمی اداروں، مساجد، پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا اور تقاریر وغیرہ کے ذریعہ اس کی بھرپور اشاعت کی جائے تاکہ معاشرے میں یگانگت، اتحاد اور امن کی فضا پیدا ہو۔

3۔ ایسے مسائل جن پر اتفاقِ رائے نہ ہو سکتا ہو، انہیں ہر شخص کا ذاتی مسئلہ قرار دیا جائے اور ان کی لوگوں میں اشاعت نہ کی جائے تاکہ تفرقہ کا سدِ باب ہو۔

4۔ اس کام کی ذمہ داری کسی ایسے ادارے کو سونپی جائے جو اس کا بار اٹھانے کے قابل ہو؛ مثلاً وزارتِ مذہبی امور، اسلامی نظریاتی کونسل یا مذہبی جماعتوں کے اشتراک سے ایک نیا ادارہ یا کوئی ایسی تنظیم یا ادارہ جو اس کام کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے تیار ہو۔ خوش آئند اور امید افزا بات یہ ہے کہ

Marfat.com

بہت سے لوگ دین کے بنیادی ارکان سے پوری طرح متفق ہیں اور ادا بھی کر رہے ہیں جب کہ بہت سے لوگ صحیح رہنمائی ملنے پر اس کے لئے دل سے تیار ہوں گے۔

5۔ قومی سطح پر ایک ایسی جامع منصوبہ بندی تیار کی جائے جس کے تحت ارکانِ دین اور دوسرے احکامِ الٰہی کی حکمت اور روح کی سمجھ عوام میں پیدا ہو، تا کہ عبادات کا صحیح مفہوم دل میں گھر کر لے۔ جب ایسا ہوگا تو ان کی ادائیگی انسانی فطرت کے عین مطابق ممکن ہوگی اور بندوں میں انفرادی طور پر اخلاقی اور روحانی تبدیلی کے نتیجہ میں معاشرے میں قیام امن ہوگا جس سے ایک انقلابی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

6۔ کسی قوم کا مستقبل اس کی نوجوان نسل کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ لہٰذا خاص طور پر ان کے اذہان میں دین کا صحیح تصور پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے تعلیمی ادارے مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں ان میں دینی مدارس خاص طور پر توجہ طلب ہیں۔ انہیں جدید خطوط پر لانے کے لئے مذہب اور سائنس کے درمیان تضاد ختم کرنے کی کوشش کے ساتھ ان کے تعلیمی نصاب اور نظام تدریس کو موجودہ دور کی ضروریات سے ہم آہنگ کیا جائے، اساتذہ کو اعلیٰ تعلیم کے مواقع بہم پہنچائے جائیں اور جدید تعلیم سے آراستہ نئے اساتذہ کی تقرری میں مدد دی جائے۔ یہ مدارس اکثر مساجد میں یا ان سے ملحق پائے جاتے ہیں۔ انہیں جدید تعلیم کے لئے ضروری سہولیات سے مزین کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے طریقہ امتحانات کو ملک میں رائج طریقہ سے ہم آہنگ کرتے ہوئے موجودہ دھارے میں لانا بھی ضروری ہے تا کہ تحصیل علم کے ساتھ نوجوان دوسروں کے شانہ بشانہ اپنی بہتری اور ملکی ترقی کے لئے مثبت کردار ادا کر سکیں۔

7۔ مدارس کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں ناگزیر ہیں جس سے موجودہ دور کے چیلنجوں کا مقابلہ ہو سکے۔ لہٰذا مدارس میں مختلف مسلکوں کی تعلیم کی بجائے اسلام کی روح، احکامِ الٰہی کی حکمت اور تعمیرِ اخلاق کی تعلیم دینے کی ترغیب دی جائے۔

8۔ جہاں تک عام قومی اور نجی تعلیمی ادارے ہیں ان کے لئے اسلامیات کے نصاب میں بھی مناسب

Marfat.com

تبدیلیاں لائی جائیں تاکہ ان کے طلبا بھی اسلام کی حقیقت سے روشناس ہو سکیں۔

9۔ مساجد کو ہر قسم کے اختلافات سے بالاتر اور مسلکوں سے پاک کرتے ہوئے، صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ بنایا جائے۔ ان میں ایسی تقاریر و تحریر نہ ہوں جن سے کسی ایک خاص مسلک یا فرقے کو ہوا ملتی ہو۔ ان کی بجائے دین کے بنیادی مقاصد کا ابلاغ کیا جائے جن میں تعمیرِ اخلاق کو خصوصی اہمیت حاصل ہو۔

10۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ایسا لائحہ عمل تیار کیا جائے جس کے تحت جمعہ کے خطبات میں مسلمانوں کے مختلف اخلاقی اور سماجی مسائل کا جائزہ لیتے ہوئے قرآن و سنت کی روشنی میں حل پیش ہو۔ انہیں خطبات جمعہ کی صورت میں تیار اور شائع کر کے وسیع پیمانہ پر خطیب حضرات میں تقسیم کی جائے۔

11۔ علمائے کرام اور دوسرے معزز لوگ جو دین کی صحیح ترجمانی کر سکتے ہیں، ان پر بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کی صحیح سمت پر رہنمائی کریں۔ لہٰذا مختلف مکاتب فکر سے ایسے باشعور لوگوں کے پینل تشکیل دیئے جائیں جو باقاعدگی سے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اسلام کے اس تصور کو پیش کریں جس پر سب کا اتفاق پایا گیا ہو۔

12۔ اس پروگرام کی کامیابی کے لئے خاص طور پر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بہت مثبت کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان سے بھرپور مدد لی جائے۔

13۔ وہ سیاسی جماعتیں جو ملک سے انتشار ختم کر کے اتحاد پیدا کرنا اپنے منشور کا حصہ بنائیں ان کی حوصلہ افزائی اور مدد کی جائے۔

14۔ موجودہ حالات میں مثبت تبدیلی لانے کے لئے عام لوگوں سے سفارشات طلب کی جائیں۔

15۔ اوپر دی گئی اور دیگر سفارشات جو موصول ہوں انہیں آخری شکل دینے کے لئے قومی سطح پر ایک کمیشن کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں مختلف مکاتب فکر کے دانش ور شامل ہوں جو گہری سوچ

اور باہم مشاورت سے اس پروگرام کا مکمل خاکہ اور اس کے لئے تفصیلی اور واضح حکمتِ عملی تیار کریں۔

س سارے کام کو باہم افہام و تفہیم سے عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

16۔ اس سارے کام کو باہم افہام و تفہیم سے عمل میں لانے کی ضرورت ہے۔

ایسے اقدامات سے امید واثق ہے کہ ایک ایسے نئے دور کا آغاز ممکن ہوگا جو سب کے لئے امن اور سلامتی کا پیغام ہو۔

شامِ غم لیکن خبر دیتی ہے صبح عید کی
ظلمتِ شب میں نظر آئی کرن امید کی

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

Marfat.com

باب ہشتم

صورت حال کا خلاصہ

1۔ اسلام کی روح

اسلام ایسا دین ہے جو انسان کی حقیقت کی پہچان کے ساتھ زندگی کے مقصد کا شعور بیدار کرتا ہے کہ اُسے کیوں پیدا کیا گیا؟ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونک کر اسے اپنے ذاتی تعلق سے نوازا اور زمین میں اپنے خلیفہ یعنی نائب بننے کی استطاعت عطا فرمائی۔ پس اس روح کی پہچان جو اس کے اندر ودیعت کی گئی ہے یعنی آگہی حاصل کرنا اور نیابت الٰہی کی ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدا برآ ہونا انسان کی زندگی کا مقصد قرار پایا۔ اس کی اساس ایمان محکم اور اعمالِ صالح پر رکھی اور اس کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ اس فطری تعلق کی آبیاری کرنا ایک فطری عمل قرار پایا جو بندے کا اپنے مبدأ ارواح کے ساتھ ہے اور اسے عبادت مربوط کیا۔ اس سے انسان کو ذاتی طور پر اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے اور اعمالِ صالح کی طرف رغبت ہوتی ہے جس سے معاشرہ سلامتی اور امن کا گہوارہ بنتا ہے۔

جیسا کہ موجودہ حالات سے ظاہر ہے کہ مسلمان مجموعی طور پر زوال کا شکار ہیں۔ اس لئے اب وقتِ محاسبہ ہے تاکہ کمزوریوں اور خامیوں کے تدارک کے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز ہو۔ لہٰذا اس حوالے سے ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

2۔ موجودہ صورتِ حال اور وجوہات

(1)۔ مقصدِ حیات سے بے اعتنائی: اگرچہ جدید دور مادی طور پر بہت ترقی کر رہا ہے لیکن حقیقت میں وہی دورِ جاہلیت ہے جو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے تھا جس میں انسان اپنی زندگی کے اصل مقصد سے بے اعتنائی برتتا تھا۔ وہ ایسی زندگی ہے جس میں ہر شخص جو صرف اپنی بقاء اور نسل کشی کے لئے ہر وقت اور ہر طرح سے کوشاں ہے۔ نتیجتاً اس میں انفرادی سطح پر محبت، دیانت اور عدل و انصاف جیسے فضائل کی بجائے عداوت، خود غرضی اور بے راہ روی پائی جاتی ہے اور اجتماعی طور پر اخوت کی بجائے خود پسندی اور انفاق کی جگہ حرص، لالچ اور بخل پایا جاتا ہے جبکہ سیاسی زندگی میں خدمت خلق کی بجائے ہوس اور اقتدار ہوتا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ان حالات میں اصلاح اور مثبت تبدیلی کے لئے سب سے پہلے انسان کو اپنی زندگی کے اصل مقصد معلوم کرنے کا احساس بیدار کرنا ہے۔ اس کا شعور انسان کے اندر ایک اعلیٰ نصب العین کا تعین کرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کی ہر سوچ اور فعل اس نصب العین کے تحت منضبط ہوتے ہیں۔

(2)۔ تصورِ دین کی کم فہمی: موجودہ دور میں عام طور پر دین کا تصور صرف اس کے ارکان کی رسمیہ یا روایتی ادائیگی اور انسان کی ظاہری شکل اور لباس میں تبدیلی ہے سمجھا جاتا۔ اس کے نتیجہ میں فرقہ بندیاں اور ان میں فروعات کی بنا پر تفرقہ پایا جاتا ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ جو

Marfat.com

لوگ دین کی تعلیم دیتے ہیں ان میں اگرچہ بڑے بڑے جید علماء کرام اور اللہ کے بندے بھی ہیں لیکن عام طور پر وہ لوگ ہیں جو دین سے اچھی طرح واقف نہیں ہوتے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو اسلام کے محدود تصور، فرقہ واریت اور جہاد کی غلط توجیہات کی بنا پر خاص طور پر کچھ نوجوان ذہن اسلام سے دور ہوتے جاتے ہیں اور کچھ گمراہ۔ اس کا نتیجہ معاشرے میں تفرقہ، انتشار اور خودکش حملوں کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ اگرچہ اسلام ساری انسانیت کے لئے وحدت اور امن کا راستہ ہے لیکن اس عالمگیر تصور کو فقہی مسائل اور تنگ نظری نے محدود اور جامد کر دیا ہے۔ جس سے دین کی کشش ماند پڑ رہی ہے۔

اگر بنظر غائر مسلمانوں کی اندرونی کیفیت کا جائزہ لیا جائے تو محسوس ہوگا کہ ہر شخص کے اندر ایک اچھا انسان موجود ہے جو حالات میں مثبت تبدیلی چاہتا ہے۔ وہ اپنے اندر جذبوں کا طوفان رکھتا ہے۔ صرف اس کو صحیح قیادت اور رہنمائی کی ضرورت ہے۔ ایسے مسلمانوں کے لئے اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جانے والا راستہ قرآن مجید اور اس کی عملی تصویر رسول اللہ ﷺ کا اُسوہ حسنہ ہے

جب ایک شخص اسلام قبول کر لیتا ہے تو ایمان کی پختگی سے اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول اللہ ﷺ کی بنا پر اعمال صالح کرنے سے بندہ مومن بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ کہہ دو کہ تم ایمان نہیں لائے۔ کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں۔ ایمان تو تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہ کرے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے" (153)۔ گویا اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اطاعت سے ہی بندہ مومن بنتا ہے یہ اطاعت صرف بنیادی ارکان کی ایک عادت کے طور پر ادائیگی سے نہیں بلکہ ان کے مقصد کی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل سے ہوتی ہے۔ ان میں خاص طور پر فضائل اخلاق، حقوق العباد اور دوسرے نیک اعمال ہیں جو خصوصیت کے حامل ہیں۔ گویا معروفاتِ

Marfat.com

فطرت کا اپنانا اور منکراتِ فطرت سے اجتناب اور خود آگہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے تعلق استوار کرنے سے روشنی حاصل ہوتی ہے۔

مسلمِ خوابیدہ اٹھ ہنگامہ آرا تو بھی ہے
وہ چمک اٹھا افق، گرمِ تقاضا تو بھی ہے

(3)۔قول و فعل میں تضاد: مسلمانوں میں رسول اللہ ﷺ کی محبت کے زبانی دعوے تو بہت ہیں لیکن عملی طور پر نہ وہ اخلاق حسنہ نظر آتے ہیں جن کی تکمیل کیلئے آپ ﷺ تشریف لائے اور نہ وہ روحانی قوت ہے جو انسان کو بلندیوں پر لے جاتی ہے۔فضائلِ اخلاق، جیسے سچائی، دیانت، امانت، محنت، ایفائے عہد اور عدل و انصاف کا فقدان ہے جب کہ بدامنی، انتشار، غیر محفوظ جان و مال اور عزت اور دوسرے اخلاقی رزائل اکثر دیکھنے میں آتے ہیں۔مسلمانوں کی یہ تصویر دیکھ کر غیر مسلموں میں اسلام کے بارے میں غلط تصورات پائے جاتے ہیں۔مجموعی طور پر مسلمانوں کی تنگ نظری کی وجہ سے اسلام ایک دین کی بجائے مذہب کی شکل اختیار کر چکا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے پیروکار اس سے متصادم ہو رہے ہیں۔لہذا اپنے اعمال و افکار کا محاسبہ درکار ہے۔

بہترین امت: اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

''اے ایمان والو! جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں تم ان میں سے بہتر امت ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو''(154)۔

یہ ایک بہت بڑی خوش خبری ہے جو ایمان والوں کو دی گئی ہے۔لہذا ایک بہترین امت ہونے کے حوالے سے اپنا محاسبہ کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی ایمان دلوں میں داخل ہو چکا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین محکم اور عمل صالح کے ساتھ اس کی نیابت کے حق کی ادائیگی کرتے

Marfat.com

ہوئے اس فطری تعلق کو استوار کرتا ہے جو ذات الٰہی کے ساتھ اس کی روح کی وجہ سے موجود ہے؟ جب اس کا جواب مثبت ملے گا تو بہترین امت میں شمار ہونے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

☆ ''وہ اس سے بیزار ہے کہ جو کہتے ہو وہ کرتے نہیں'' (155)۔

☆ ''کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو'' (156)۔

اس لئے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ دوسروں کو نیکی کے لئے کہو

☆ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آتش جہنم سے بچاؤ'' (157)۔

ان احکامات کی روشنی میں سب سے پہلے اپنے آپ کے اور اپنے اقرباء کے دلوں میں اسی ایمان کی چنگاری کو ہوا دینی ہے جو دلوں میں پہلے ہی موجود ہے تا کہ وہ شعلہ بن کر بندے کو اپنی زندگی کے مقصد کی تکمیل کی طرف لے جائے۔ اس کا حاصل اپنی ذات میں اطمینانِ قلب اور معاشرے میں قیام امن ہے۔

دلِ مُردہ، دل نہیں ہے، اسے زندہ کرو دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

(4)۔ علم وہنر کا فقدان: نیابت الٰہی کے حق کی ادائیگی کے لئے ایک بنیادی ضرورت علم وحکمت کا حصول ہے جو ایک زمانے میں مسلمانوں کا اثاثہ تھے۔ آج بدقسمتی سے مسلمان بحیثیت اُمہ اسے حاصل کرنے میں بہت سی دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ لہٰذا اکثر جگہ جہالت کا نقشہ نظر آتا ہے۔ غور وفکر اور عقل وتدبر، جس کا قرآن مجید میں بار بار ذکر ہے، مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں سے، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، انسانی بہتری کے لئے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں۔ اس کے نتیجہ میں غربت عام ہے اور بیشتر مسلم اقوام اور لوگ اپنی بنیادی ضروریات پورا کرنے کے لئے دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ لہٰذا

Marfat.com

ترجیحی بنیادوں پر تحصیلِ علم کے لئے ایک بڑے جہاد کی ضرورت ہے۔

عروجِ آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

3۔ مثبت تبدیلی کے لئے لائحہ عمل

حالات میں ایک مثبت تبدیلی کے لئے رسول اللہ ﷺ کی سنت کی پیروی میں جامع لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے جس کے درجِ ذیل اجزا بہت اہمیت کے حامل ہیں:

(1) ۔آپ ﷺ کی مکی زندگی کی سنت کی پیروی میں ایمان اور اخلاقی پہلوؤں کی اصلاح کے لئے نفس کے خلاف جہاد اور تعمیرِ اخلاق کا اہتمام کرنا۔

رسول اللہ ﷺ دعوت اسلام دینے کے بعد ایک طرف لوگوں کو پیامِ حق دیتے رہے اور دوسری طرف تیرہ سال کے لمبے عرصہ تک اہلِ ایمان کو نفس کے خلاف جہاد کرنے کی تلقین اور تربیت فرمائی تا کہ ایمان اُن کے دلوں میں اچھی طرح داخل ہو جائے۔

لہٰذا سنتِ مصطفوی ﷺ کی روشنی میں سب سے پہلے ہر مسلمان کو نفس کے خلاف جہاد کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے جہادِ اکبر فرمایا۔ اس کی بنیاد تقویٰ، حسن خُلق اور حقوق العباد پر ہے اور مطمحِ نظر قربِ الٰہی ہے جو خود آگہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایمان اور نیکی خود بخود انسان کی فطرت قرار پاتے ہیں اور بندہ صحیح معنوں میں مومن بنتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے دوستی اور

Marfat.com

ساری انسانیت میں انس سے وحدت کا تصور ہے۔ خاص طور پر نئی نسل جو مستقبل کی معمار ہے' اخلاقی تربیت کے لئے بھی توجہ کی مستحق ہے۔ اس کے لئے کوشش انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر درکار ہے۔

دیکھے تو زمانے کو اگر اپنی نظر سے
افلاک منور ہوں تیرے نورِ سحر سے

خورشید کرے کسبِ ضیا تیرے شرر سے
ظاہر تری تقدیر ہو سیمائے قمر سے

(2)۔ آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی ابتداء کی سنت کی پیروی میں فروغِ علم کے لئے جہاد کرنا اور قرآن حکیم کی روشنی میں غور وفکر سے تحقیق و ایجادات کا اہتمام کرنا:

قرآن مجید انسانی بہبود کے لئے دنیاوی اور دینی علوم دونوں حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کرنے کا حکم دیتا ہے اور اسے جہادِ اکبر گردانتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت فرمانے کے بعد مدینہ پہنچ کر سب سے پہلا قدم جو اٹھایا وہ مسجد نبوی کی تعمیر کی صورت میں تھا جس میں فروغِ علم کی بنیاد رکھی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "علم حاصل کرنا سب پر فرض ہے۔ اسے پنگھوڑے سے لے کر لحد تک حاصل کرتے رہو"۔ لہٰذا مسلمان جب تک علم حاصل کرتے رہے دنیا میں بہترین امت کے طور پر ابھرے۔ فرمان الٰہی ہے کہ "جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ تمہارے لئے مسخر کر دیا" اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے تخلیق کیا۔ لہٰذا ان سے فائدہ اٹھانا مشیت الٰہی ہے۔

آج مسلمانوں کو اپنی کھوئی عظمت حاصل کرنے کے لئے تمام بچوں، بچیوں، عورتوں اور مردوں کو علم کی روشنی سے روشناس کرانا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی سے تحقیق و ایجادات کے ذریعہ دنیا میں معاشی طور پر بھی مقابلے کی دوڑ میں آگے بڑھنا ہے جو اسلام کا خاصہ ہے۔ علم کی فضیلت اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ تعلیمی حالت کے پیشِ نظر جہاد بالعلم والقلم ترجیحی بنیادوں

Marfat.com

پر کرنے کی ضرورت ہے۔آج اس چیز کی بھی سخت ضرورت ہے کہ افکارِ سلف سے رشتہ توڑے بغیر اسلام کے پورے نظام کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے اور جدید علوم کو آزادانہ قبول کرتے ہوئے اس کی روشنی میں دورِ حاضر کے مناظر میں اسلام کے اصولوں کی روشنی میں موجودہ چیلنجزوں کے مقابلے کے لئے نئی راہیں تلاش کی جائیں جس سے دین اپنی افاقیت کے ساتھ ابھرے۔اس کا راستہ اجتہاد ہے۔جس سے اسلام ساری دنیا میں اور قیامت تک کے لئے قابلِ عمل نظریہ حیات قرار پاتا ہے

اس دور میں تعلیم ہے امراضِ ملت کی دوا
ہے خونِ فاسد کے لئے تعلیم مثلِ نیشتر

(3)۔آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی ابتداء کی سنت کی پیروی میں ملت میں باہمی اخوت کے جذبے کو ابھار کر متحد کرنا۔

رسول پاک ﷺ کا ہجرت کے بعد مدینہ پہنچ کر دوسرا بڑا قدم تمام لوگوں کو بلا تفریق مذہب ، رنگ و نسل اور قبیلہ متحد کرنا تھا۔اس وقت وہاں مسلمان، عیسائی ، یہودی اور ستارہ پرست سبھی تھے اور لوگ قبیلوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے دست و گریباں تھے۔آپ ﷺ نے سب کو اکٹھا کیا اور سب کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا جسے "میثاق مدینہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔یہ تاریخ عالم میں اتحاد سے متعلق پہلا تحریری معاہدہ ہے۔

اس سنت مصطفوی ﷺ کی پیروی میں آج مسلمانوں کو بلا تفریق ملک و قوم، فرقہ و مسلک ، رنگ و نسل اور برادری باہم متحد ہونا ہے۔اس کے لئے انفرادی طور پر ہر شخص کو اور اجتماعی طور پر گروہوں کو اور قومی سطح پر سب کو مل کر قدم اٹھانے کی ضرورت ہے۔اس کی پہلی شرط رواداری کی فضا پیدا کرنا ہے جس کی نہایت شاندار مثالیں رسول ﷺ نے اپنی عملی زندگی سے قائم فرمائیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ

Marfat.com

”تم مومنوں کو ایک دوسرے سے رحم، محبت اور مہربانی میں ایسا دیکھو گے جیسے بدن میں ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارے اعضاء تکلیف میں اس کے شریک ہوں گے“ (155)۔

پس اسلام کی اس روح کے مطابق سب لوگوں میں اتحاد پیدا کر کے باہم محبت، اخوت، رواداری اور بھائی چارے کی فضا پیدا کرنی ہے جو امنِ عالم کی ضامن ہو گی۔

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

(4)۔ آپ ﷺ کی ریاستی حکمت عملی کے تحت معاشی ترقی کیلئے بھرپور کوشش کرنا:

جب تک کوئی قوم معاشی طور پر مضبوط نہیں ہوتی اس کے لوگوں میں عزتِ نفس پیدا نہیں ہو سکتی ہے اور نہ ہی ہر قسم کے دباؤ سے پاک ملکی اقتصادی، معاشی اور معاشرتی اور سیاسی حکمت عملی تیار ہو سکتی ہے۔ معاشی ترقی کا راز تعلیم و تحقیق، سائنس و ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت اور تجارت و زراعت کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں پنہاں ہے۔ ملک کی سماجی اور فلاحی ترقی بھی اسی سے مشروط ہے۔

مسلمان ریاستوں کے پاس دنیا کے بیشتر قدرتی وسائل پائے جاتے ہیں۔ افرادی قوت میں بھی دنیا کا پانچواں حصہ ہیں۔ ان کی ترقی اور صحیح استعمال ہی مسلمانوں کی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کے ساتھ معاشی عدل کا اطلاق ہر شخص کی بنیادی ضروریات پورا کر سکتا ہے۔ اس طرف ترجیحی بنیادوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آج سے پانچ سو سال پہلے یورپ نے مسلمانوں سے علم حاصل کر کے اپنے تاریک دور سے نجات پائی۔ اس طرح مسلمان جو آج سائنس، ٹیکنالوجی اور صنعت و حرفت کے تاریک دور سے گزر رہے ہیں، ترقی یافتہ ممالک سے سیکھ کر اپنی معاشی بدحالی سے نکل سکتے ہیں۔ بہرحال سخت محنت، دیانت داری سے کام اور ہر چیز

اور کام میں اعلیٰ معیار اس کی بنیادی شرائط ہیں۔ اسلام میں صدقات اور زکوٰۃ پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ان کے ایک باقاعدہ حکمت عملی سے ہر اسلامی ملک کو ایسی فلاحی ریاست میں بدلا جاسکتا ہے جس میں ہر شخص کی بنیادی ضروریات پوری ہوں۔

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا
وہ چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
جسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

(5)۔ آپ ﷺ کی پیروی میں فروغِ دین کے لئے احسن انداز سے نیکی کی دعوت:

اسلام کا اپنی سچائی، جامعیت اور آفاقیت کی بناء پر دوسرے تمام ادیان پر غلبہ پانا ناگزیر ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ جگہ واضح اعلان فرماتا ہے (150)۔ آفاقیت کے حوالے سے اسلام کی روح زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس لئے یہ عالمگیر کشش رکھتا ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں مسلمان بحیثیت امہ اس کی صحیح ترجمانی نہیں کرتے لیکن جو لوگ، بلا تفریق مذہب اور قوم، عیسائی ہوں یا کسی اور مذہب کے پیروکار اور دنیا کے کسی بھی خطے سے ہوں، اس دین کا بے لاگ مطالعہ کرتے ہیں وہ اسے قبول کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس لئے اسلام دنیا کے ہر کونے میں پھیل رہا ہے۔ لیکن وسیع تر پیمانے پر فروغ دین اسی وقت ممکن ہوگا جب مسلم معاشرے میں اس کی عملی تصویر نظر آئے، اخلاقی اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی ہو، معاشی طور پر مضبوط اور عادلانہ نظام قائم ہو اور باہم ہم آہنگی اور اتحاد کی فضا میں ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کے جذبات رکھتے ہوئے مضبوط بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل ہو۔

آپ ﷺ نے دعوت حق اللہ تعالیٰ کے عین احکامات کے مطابق دی جو دانائی، اچھی

Marfat.com

نصیحت اور نرمی کے ساتھ بغیر زبردستی کے تھی۔ اللہ تعالیٰ واضح حکم فرماتا ہے کہ

☆ ''اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور لوگوں سے مباحثہ ایسے طریقہ پر کرو جو بہترین ہو'' (160)۔

☆ ''اور نصیحت اس طرح کرو کہ تمہاری بات ان کے دل تک پہنچ جائے'' (161)

☆ ''اور نرمی سے بات کرنا'' (162)۔

☆ ''تمہارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں۔ پس تم قرآن کے ذریعہ ہر اس شخص کو نصیحت کرو جو میری نصیحت سے ڈرے'' (163)۔ کیونکہ

☆ ''قرآن نصیحت ہے'' (164)۔ ''اور تم نصیحت کیے جاؤ'' (165)۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ

☆ ''اللہ کی مہربانی سے آپ ﷺ کی افتادِ مزاج ان لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے۔ اگر آپ بدخو اور سنگدل ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو ان کو معاف کردیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں'' (166)

☆ ''بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی۔ سخت کلامی کا جواب ایسے طریقے سے دیں جو بہت اچھا ہو۔ ایسا کرنے سے آپ دیکھیں گے کہ جس میں اور آپ میں دشمنی تھی وہ آپ کا گرم جوش دوست بن گیا''۔ ''یہ بات ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو برداشت کرنے والے ہیں اور یہ انہی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں'' (167)۔

دِلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

آپ ﷺ نے فرمایا:

(1) دین میں سختی نہ کرو اور لوگوں کو خوشخبری سناؤ اور ڈرا ڈرا کر متنفر نہ کرو۔

Marfat.com

(2) میں تو اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے والا ہوں اور ہدایت تو اللہ ہی دیتا ہے۔ میں تو تقسیم کرنے والا ہوں، مجھ عطا کرنے والا تو اللہ ہے (168)۔

دعوت کے منکر: جو لوگ دعوت کو نہیں مانتے یا اس سے انکار کرتے ہیں ان کے بارے میں حکم ہے کہ ان کو کہہ دیجئے: ''تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین'' (169) ''دین میں زبردستی نہیں'' (170)۔ ''تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو تم کیا لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں''؟ (171)۔ ''اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا'' (172)۔ ''ہر شخص اپنے فیصلے کا خود ذمہ دار ہے اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے لئے کتاب برحق نازل فرما دی، اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ اپنے لئے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا'' (173)۔ ''کہہ دو کہ اے لوگو! یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے۔ پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے (174)۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نیکی کی دعوت قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ لوگوں پر چھوڑتا ہے اور زبردستی کرنے کی ممانعت فرماتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ دین اپنی آفاقیت اور انسانی فطرت کا حصہ ہونے کی وجہ سے ضرور ایک سلیم القلب انسان کے لئے قابل قبول ہوگا بشرطیکہ اس کا صحیح تصور اور عملی تصویر اس کے سامنے پیش کی جائے۔

(6)۔ دورِ حاضر کے چیلنجوں کا مقابلے کے لئے اقدام

1۔اجتہاد: آج دنیا میں گلوبلائزیشن یعنی عالمگیریت کا دور دورہ ہے جو اقتصادی میدان میں ہے۔ اس کا فائدہ صرف ترقی یافتہ ممالک اٹھا رہے ہیں کیونکہ ترقی پذیر اور غیر ترقی یافتہ ممالک اپنی تکنیکی اور اقتصادی کمزوری کی وجہ سے مقابلے کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ چکے ہیں جن میں مسلمان بھی شامل ہیں۔

اسلام ایک قوت آفرین اور ہمہ گیر ضابطۂ حیات کا تصور پیش کرتا ہے لیکن اسے غیر اہم

Marfat.com

مسائل میں بے جا تقلید نے جامد اور محدود بنا دیا ہے۔ لہٰذا مسلمان آج دنیا میں ترقی یافتہ قوموں سے نہ صرف پیچھے رہ گئے ہیں بلکہ اقتصادی اور ثقافتی طور پر بھی اُن کے غلام بن چکے ہیں۔

اسلام میں اجتہاد کا تصور ایک ایسا ارتقائی راستہ ہے جس سے دنیا کے بدلتے ہوئے حالات کے مقابلے کے لئے قرآن مجید اور اُسوۂ حسنہ سے روشنی حاصل کر کے راستے کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اس کے لئے بھی ایک بڑا اجہاد درکار ہے۔

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ گوہر ہے یگانہ

2۔ منصوبہ بندی: پانچ وقت نماز، ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی، ماہِ رمضان کے روزے اور سال میں ایک بار حج مسلمانوں کے لئے منصوبہ بندی کرنے کی طرف رہنمائی ہے۔ خلفائے راشدین کے عہدِ زریں میں سرکاری امور پوری منصوبہ بندی سے طے پاتے تھے۔ قرون اولیٰ کے بعد بھی مسلمانوں کی ترقی کا ایک راز ان کی مستقبل کے لئے جامع منصوبہ بندی تھا۔ اب دوسری قومیں اسے تعلیم، دیانت، محنت، میرٹ اور معیار کے اصولوں کے ساتھ اپنا کر ترقی کی منزلیں طے کر رہی ہیں۔

ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز محنت، دیانت اور معیار کے علاوہ یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف مستقبل کے لئے جامع اور مؤثر منصوبہ بندی کرتے ہیں بلکہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ مغربی ممالک نے دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر 1940 عیسوی کی دہائی میں اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے معاہدہ عامہ برائے محصولات وتجارت، عالمی بنک اور بین الاقوامی فنڈ کی بنیادیں رکھیں جس کے نتیجہ میں 1995 عیسوی میں ڈبلیو ٹی او (WTO) وجود میں آئی جس کے تحت گلوبلائزیشن عمل میں آئی۔ اس کا صحیح معنوں میں فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو صنعتی، معاشی اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں

Marfat.com

پہلے سے ترقی یافتہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ جب مسلمان اور دوسری کالونیاں مغربی استعمار سے آزاد ہوئیں تو مغربی ممالک نے متحد ہو کر اگلے پچاس سال کے لئے منصوبہ بندی کی۔ پس جو کالونیاں آزادی حاصل کر پائی تھیں اور اغیر ترقی یافتہ تھیں، اب ترقی یافتہ قوموں کی اقتصادی اور معاشرتی نوآبادیاں بنتی جا رہی ہیں۔ مواصلات میں انقلابی ترقی اور تبدیلیوں سے ساری دنیا ایک گاؤں بن گئی ہے جس سے یہ نوآبادیاں مغرب کی ثقافتی یلغار سے بھی نہیں بچ سکیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی اسلامی قدریں، جن کا تعلق حیا سے ہے، بری طرح متاثر ہو رہی ہیں۔

بدقسمتی سے مسلم ریاستیں تعلیم، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ وہ گلوبلائزیشن سے خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکیں۔ اس لئے وہ کمزور سے کمزور تر ہوتی جا رہی ہیں۔

اگرچہ مسلمانوں کے پاس دنیا کے بیشتر قدرتی وسائل ہیں لیکن وہ اپنی نااہلی کی وجہ سے ان سے فائدہ اٹھانے سے قاصر ہیں۔

لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے بلکہ یہ ان کی بقاء کے لئے ناگزیر ہے کہ نہ صرف تعلیم و تحقیق اور اقتصادی حالات میں بہتری کے لئے بلکہ ہر میدان میں ترقی کے لئے جامع اور قابلِ عمل منصوبہ بندی کریں جس کے تحت آنے والے کم از کم پچاس سال کے لئے راستے کا صاف طور پر تعین ہو سکے۔

یہ ترقی نہ صرف مادی میدان میں ہو بلکہ دین کے صحیح تصور کے مطابق لوگوں کے اذہان میں ایسی تبدیلی لانے کے لئے ہو جس کی عملی شکل سے ثابت ہو جائے کہ اسلام واقعی روشنی پھیلانے والا عالمگیر اور قابلِ عمل دین ہے جو ساری انسانیت کی وحدت کے ساتھ امن و سلامتی کا ضامن ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

Marfat.com

حوالہ جات

قرآن مجید کی سورہ : آیت

1۔ بخاری

2۔ انعام:54

3۔ زمر 54:53:39

4۔ جاثیہ 13:45

5۔ بخاری

6۔ آل عمران 191:3 نساء 82:4

7۔ انفال 22:8

8۔ تین 4:95

9۔ سجدہ 7-9:32

10۔ انعام 165:6 یونس 14:10

11۔ شمس 8-9:91

12۔ ملک 2:67 ہود 7:11

13۔ ال عمران 191:3

14۔ بینہ 7:98 بنی اسرائیل 70:17

15۔ ابن عدی البیہقی' ادخل واشعب

16۔ ابن ہاشم

17۔ ڈان اگست 2006,5

18۔ دی نیوز جولائی 2004,25

19۔ بلد 4:90

20۔ بقرۃ 183:2

21۔ ال عمران 97:3

22۔ قمر 40,22,17:54

23۔ انبیاء 10:21

24۔ مومنون 68:23

25۔ نحل 44:16 ص 29:38
لقمان 2:31، یونس 1:10

26۔ بقرۃ 269:2، یسٓ 2:36

27۔ حٰم السجدۃ 53:41

28۔ محمد 24:47

29۔ فرقان 73:25

30۔ آل عمران 3: 138
یونس 57:10
حاقۃ 48:69' ابراہیم 1:14

31۔ دی نیوز 25 جولائی 2004
5 دسمبر 2005، اپریل 2006
ڈان: 16 جنوری 2005
6 جنوری 2007

32۔ نور 35-38:24

33۔ نجم 39:53

34۔ عنکبوت 6:29

35۔ رعد 14:13

36۔ انفال 53:8

37۔ نحل 75:16

38 ضحیٰ 8:93

39 مسند احمد

40 نسائی

41 مشکوٰۃ

42 بخاری
(کتاب النفقات باب 3)

43 مسند احمد

44 بخاری

45 مسلم

46 مسند احمد

47 ملک 15:67، بقرہ 29:2
جاثیہ 13:45

48 ترمذی

49 ترمذی

50 بیہقی

51 بقرہ 188:2' نسآ 29:4

52 بقرہ 279,278,275:2

53 مطففین 1-3:83

54 اعراف 31:7' بلد 6:90

55 مائدہ 90:5

56 نسآ 6:4' مائدہ 62:50'
ال عمران 161:3' نسآ 58:4

57 مسند احمد

58 حدید 7:57

59 بقرہ 219:2

60 طلاق 7:65

61 بقرہ 172, 265, 261:2

62 بقرہ 274,195:2'
حدید 18-11:57

63 بقرہ 214:2

64 بقرہ 271:2

65 بقرہ 267:2

66 بقرہ 264:2

67 ال عمران 92:3'
بقرہ 177:2

68 فرقان 67:25
بنی اسرائیل 29:17

Marfat.com

69 انعام 141:6
بنی اسرائیل 27:17
70 مسلم
71۔ ال عمران 180:3'
نسآ 180-37:4'
اعراف 31:7' بلد 69،
لیل 8:82،
محمد 38-37:47' حدید 24:57
حم سجدہ 7:41
72۔ ترمذی
73۔ بقرہ 219:2
74۔ نسآ 32:4
75۔ اسلامی معیشت
(پروفیسر مہر محمد نواز خان)
نیو بک پیلس۔
76۔ توبہ 60:9
بقرہ 272:2
77۔ الجصاص
78۔ بقرہ 177:2
79۔ بقرہ 215:2
80۔ ال عمران 134:3
81۔ انفال 69-1:8
82۔ حشر 1-7:59
83۔ نسآء 58:4، مومنون 8:23
84۔ بقرہ 228:2
85۔ بقرہ 187:2
86 روم 21:30
87 نحل 97:16
88 نسآ 124:4' مومن 40:40

89 ال عمران 195:3
90 احزاب 35:33
91 حدید 169:57
92 احزاب 35–36:33
93 توبہ 71-72:9
94 محمد 19:47' نوح 28:71
95 احزاب 58:33
96 نسآ 32:4
97۔ مومنون 5:23، نور 30:24
98 نسآ 34:4
99 نسآ 19:4
100 نسآ 34:4
101 مسلم
102 نسآ 19:4'
بقرہ 241-242:2
103 مشکوۃ
104 بقرہ 236-237:2'
نسآ 21:4' طلاق 6:65
105۔ احزاب 58-60:33
106۔ نور 31:24
107۔ نور 60:24
108۔ احزاب 33:33
109 نسآ 11-12,7:4
بقرہ 180:2
110 نسآ 176,12,7:4
111 نسآ 3:4
112 نسآ 32:4
113۔ نحل 90:16
114۔ بقرۃ 222:2

115۔ مدثر 4-5:74
116۔ مشکوۃ
117۔ ترمذی
118۔ زادالمعاد/ابوداؤد
119۔ ابویعلی۔ ابوعساکر
120۔ بلد 4:90، ال عمران 139:3
121۔ عصر 1-2:103
122۔ بخاری' مسلم
123۔ جاثیہ 12:45
124۔ جاثیہ 12:45' نحل 216'
12,13,14،16 حج 65:22
125۔ بقرۃ 114:2
126۔ بقرۃ 114:2' توبہ 18:9
' جن 18:72
127۔ توبہ 108-109:9
128۔ مائدہ 97:5' قصص 57:28
ال عمران 97:3، عنکبوت 67:29
تین 3:95
129۔ فرخ سلیم۔ دی نیوز
جنوری 28,2007
130 ال عمران 103:3
131 روم 31-32:30
132۔ انعام 156:6
133۔ سجدہ 25:32
134۔ مائدہ 32:5
135۔ نسآء 93-94:3
136۔ بخاری
137۔ نسآء 29:3' بقرہ 195:2
138۔ بخاری

Marfat.com

139۔ مومنون 53:23

140۔ صحیح بخاری

141۔ مسلم

142۔ بخاری

143۔ اعراف 7:26

144۔ مسلم

145۔ فرقان 25:70-71

محمد 2:47، زمر 53:39

146۔ نساء 4:175

147۔ نجم 53:39-41

148۔ توبہ 9 : 6

149 حجرات 49:10-13

150۔ ال عمران 3:103

151۔ بخاری و مسلم

152۔ انفال 8:46

153۔ حجرات 49:15

154۔ ال عمران 3:110

155۔ صف 61:2-3

156۔ بقرہ 2:44

157۔ تحریم 66:6

158۔ بخاری

159۔ توبہ 9:33، فتح 48:28

صف 61:8-9

160۔ نحل 16:125

161۔ نسآ 3:63

162۔ طٰہٰ 20:44

163۔ ق 50:45

164۔ ال عمران 3:138،

عراف 7:1-2

ق 50:38، حاقہ 69:48،

تکویر 81:27،

165۔ اعراف 7:164-165

166۔ ال عمران 3:159

167۔ حٰم سجدۃ 41:34-35

168۔ طبرانی جامع صغیر

169۔ کافرون 109:6

170۔ بقرۃ 2:256

171۔ یونس 10:99

172۔ بقرہ 2:190

173۔ زمر 39:41

174۔ الکہف 18:29

175۔ حدید 57:9

176۔ حدید 57:28

Marfat.com

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی نے انتظامی سائنسز میں ایم اے اور 1967 میں فارمیسی میں انگلینڈ سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی میں فارمیسی کے ایسوسی ایٹ پروفیسر رہے۔ 1972 سے 1998 یعنی ریٹائرمنٹ تک حکومت پاکستان کی وزارتِ صحت میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ اس دوران ادویات کی ریگولیشن سے متعلق قانون سازی، پالیسیوں اور انتظامی امور میں کلیدی کردار ادا کیا۔

وہ مختلف اوقات میں عالمی ادارہ صحت کے ٹیکنیکل کنسلٹنٹ، وقتی ایڈوائزر اور آٹھ سال تک جنیوا کی ایک ایکسپرٹ کمیٹی کے ممبر رہے۔ انہوں نے یونیڈو اور ڈبلیو۔ٹی۔او کے لیے بھی گاہے بگاہے اپنے شعبے کے ایکسپرٹ ممبر اور پاکستان کے مندوب کی حیثیت سے کام کیا۔ ان اداروں کی میٹنگز میں شمولیت کے لیے امریکہ، یورپ، افریقہ، مشرق وسطیٰ، شمالی ایشیا اور آسٹریلیا کے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ انگلینڈ کی لینین سوسائٹی کے فیلو اور کئی ایک پیشہ وارانہ تنظیموں کے فعال ممبر بھی رہ چکے ہیں۔

وہ بہت سے تحقیقی پیپرز، کئی ایک دوسرے مقالہ جات کے علاوہ دینی تحریروں کے مصنف بھی ہیں۔ ان میں "روحِ نماز، ایفائے عہد کے تقاضے، قدرتی آفات اور دعوتِ فکر و عمل، آگاہی سے امن کا سفر، روحِ اسلام اور امن، اور مسائل مسلم اور امن خصوصیت کی حامل ہیں۔

ہادی عبدالمنان

Marfat.com

مسلمان راکھ کا ڈھیر نہیں کہ ان پر خدائے بزرگ و برتر کا بڑا فضل ہے کہ ان میں ایسی شخصیات پیدا ہوتی رہتی ہیں جنہوں نے حقیقت کی چنگاری کو بجھنے نہیں دیا۔ ایسی ہی عہدِ حاضر کی ایک بلند المرتبت شخصیت ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی ہیں، جن کی صریر کلک میں جبرائیل کے پروں کا ترنم، فکر میں موتیوں کے دریا اور آنسوؤں میں سمندروں کے مدّ و جزر ہیں۔ ان کا نعرہ ہے کہ ایک ہو جاؤ سبھی، یہ وقت کی آواز ہے۔ وہ ہمیں درس دیتے ہیں کہ اپنے تصرّف میں تسخیرِ کائنات رکھنے والے، اپنی دنیا آپ پیدا کر۔ انہیں ملّت کے مقدر پر بھروسہ ہے کہ شب کو وژن سے سحر تا دیکھ رہے ہیں۔ انہیں حُسنِ یقیں ہے کہ شبنم افشانی میری پیدا کرے گی سوز و ساز اور پھر سورج ہنستا دکھائی دے گا۔ مگر یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے نہیں کہ وہ پرندوں کو رزق دیتا ہے جو انسانوں سے پہلے بیدار ہوتے ہیں۔

یومِ امن کا بینر اغیار کے ہاتھوں میں دیکھ کر کُڑھنے والے اور اسلام اور امن کے حوالے سے تین خوبصورت کتابوں کے مصنف، مبارک ہو کہ یہ آپ جیسی عظیم ہستیوں کا اثر ہے کہ تاریخ کا ایک مورخ کہہ رہا ہے کہ اگلا سال امن کا ہوگا (انشاءاللہ)۔

پروفیسر ناصر حمید حمیدی

فاضل مصنف کے مطابق انسان خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر اپنے آپ کو تلاش کر کے منزل تک پہنچے یعنی انسانیت کا سبق سیکھے۔ سکون اور اَمن سے خود بھی زندگی بسر کرے اور دوسروں کو بھی کرنے دے۔

پروفیسر مسز زاہدہ عارف